فون نمبر: 5863260 5862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمن رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

Email: centralanjuman@yahoo.com قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 100	21 شعبان تا 21 رمضان المبارک 1434 ہجری یکم تا 31 جولائی 2013ء	شمارہ نمبر 14-13

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے

خدا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی یا فلاں زمانہ میں اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا پس اس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھہرایا۔ پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی انہی اخلاق کی پیروی کریں لہذا اے ہموطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام "پیغام صلح" ہے بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے اور انہی پر عالم عقبےٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔ اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول رہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔۔۔۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔ (پیغام صلح ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء)

غیرتِ عشق

''جولوگ ناحق خدا سے بے خوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد رکھتے ہیں اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کرلیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کرسکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کرسکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے''۔ (پیغام صلح، ص ۳۰)

اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کرلیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی''۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۲)

ترجمہ: ''اور میرے دل کو کسی چیز نے اس قدر تکلیف نہیں دی جس قدر ان کے استہزا اور ہتک عزت نے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میری تمام اولاد میری آنکھوں کے سامنے ذبح کردی جاتی اور میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے اور میری آنکھیں نکال دی جاتیں اور میں اپنی تمام مرادوں سے نامراد اور ہر قسم کے آرام و آسائش سے بے نصیب کیا جاتا تب بھی یہ بات مجھ پر زیادہ شاق نہ گزرتی''۔ (آئینہ کمالات اسلام، ص ۱۵)

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

عیدالفطر کا پیغام

پیغام صلح کا یہ شمارہ انشاء اللہ عید کے دن آپ سب کی خدمت میں پیش ہوگا۔
اس کی وساطت سے میں آپ سب کو جماعت اور اپنی طرف سے **عید مبارک** پیش کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ اس عید کو آپ سب کے لئے اور آپ کے تمام اہل وعیال واقرباء کے لئے حقیقی خوشی کا موجب بنائے۔
میری دعا ہے کہ آپ سب نے رمضان المبارک میں عبادات کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل کیا ہے۔ اُسے آپ اپنی آئندہ زندگی میں نہ صرف قائم رکھیں بلکہ اس میں مزید عبادات اور قربانیوں کے ذریعہ ترقی کرتے چلے جائیں۔
تمام دعائیں جو ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مانگنے کی توفیق عطا فرمائی وہی ان کو قبولیت بخشے۔ آمین

☆☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی ہو“۔ (سورۃ البقرۃ ۲۔ آیت ۱۸۳)

اس رکوع میں جو رمضان کے متعلق احکامات آتے ہیں، ان میں سے یہ پہلی آیت ہے۔ اس میں جو لفظ **کُتِبَ** ہے اُسے حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اُردو ترجمہ میں ”فرض کئے یا ضروری ٹھہرائے گئے“ لکھا ہے۔ اور انگریزی ترجمہ میں اس کا مطلب Prescribed for you استعمال کیا ہے۔ جو لفظ انگریزی میں استعمال کیا گیا ہے میرے نزدیک موزوں لفظ ہے۔ کیونکہ روزے ایک ایسی دوا ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسخے کی طرح Prescribe کئے گئے ہیں۔ ایسے ہی جیسے ایک ڈاکٹر کوئی دوا Prescribe کرتا ہے جب وہ اپنے علم کی بناء پر بیماری کی تشخیص کے بعد اور اس کے معائنہ کے بعد فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو کیا بیماری ہے اور پھر ایک علاج تجویز کرتا ہے اور پرہیز بتاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو روح رکھی ہے وہ انتہائی بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ وہ ایک روحانی بیماری کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا علاج ویسے ہی ضروری ہوتا ہے جیسے ایک جسمانی بیماری کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہم غور کریں کہ ہم کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو ہم اس کے لئے کیا کیا تگ و دو نہیں کرتے، کیا کیا پرہیز اختیار نہیں کرتے۔ اور اگر مشورہ دیا جاتا ہے اور ہم اس پر عمل نہ کریں تو اس مشورے کو نہ ماننے کی وجہ سے جو ہمیں نقصانات ہوتے ہیں اس سے بھی ہم آگاہ ہیں۔ **اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو نسخہ روحانی بیماری کے لئے تجویز کیا ہے وہ روزہ ہے** اور یہ روزہ صرف اسلام یا مسلمانوں کے لئے ہی نہیں جیسے کہ قرآن کریم میں یہاں پر فرما دیا کہ **”تمہارے لئے روزے تجویز کیے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے تجویز کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے“۔**

میں اس تفسیر میں نہیں جاتا کہ پہلے روزے کیسے ہوتے تھے، کیوں لوگ رکھتے تھے۔ لیکن یہ بات قرآن سے ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں صرف مسلمانوں کے لئے ہی ذکر نہیں آیا کہ روزے رکھو۔

روزہ رکھنے کی صرف ایک وجہ بتائی ہے کہ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ اگر سائنس ثابت کردے کہ روزہ اس حالت میں بڑا فائدہ مند ہے یا اُس حالت میں بڑا فائدہ مند ہے یا صرف اس فائدہ پر نظر رکھے کہ پچھلے دنوں میں وزن بہت زیادہ ہو گیا ہے اس کو کم کرنے کے لئے بھی بڑا فائدہ ہو جائے گا کہ روزے رکھ لوں۔ تو اس نے اپنے لئے بہت محدود مقصد رکھا ہے۔ تو وہ ایک روحانی چیز نہیں بلکہ روزوں کے بغیر بھی ورزش اور کھانا پینا کم کرنے سے وزن کم ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ میں شوگر کا مریض ہوں تو میرے لئے اچھا ہے کہ میں روزے رکھ لوں تو اس کو بھی اصل مقصد حاصل نہ ہوگا۔

قرآن کریم کے نزول کا مقصد

قرآن کے نزول کا مقصد جو خدا تعالیٰ نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم ھدی اللمتقین ہے یعنی یہ ان کے لئے جو متقی بننا چاہیں، قرآن ہدایت نامہ ہے۔ اس میں وہ تمام علاج ہیں جو روحانی بیماریوں کا حل ہیں۔ اور جو روحانی بیماریوں سے آزاد ہو جائے وہی دوسرے معنوں میں متقی کہلاتا ہے۔ **اس لئے قرآن کریم کا مقصد متقیوں کے لئے ہدایت ہوا** تو روزے کا مقصد لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ **تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو یعنی کہ ”برائی سے بچو“۔** یہ برائی ہی تمام روحانی بیماریوں کی جڑ ہے اور اس سے بچنا ہی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔

روزے کو یوں رکھنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اس رمضان کے بعد اس حالت

سے بہتر حالت عطا فرمادے جو اس رمضان کے شروع ہونے سے پہلے ہماری تھی۔ اور ہر افطاری کے وقت، ہر سونے کے وقت ہم اپنے آپ سے ایک سوال پوچھیں کہ آج ہم کل سے کیسے بہتر ہوئے؟ آج ہم نے اپنے اندر کیا تبدیلی کرلی ہے؟ کیونکہ جب کوئی ڈاکٹر کوئی نسخہ دیتا ہے تو ساتھ بتاتا ہے کہ اتنے دن اس کو کھایا جائے۔ اب ایک بیماری ''تپ دق'' لے لیں تو بعض لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ یہ چھ مہینے دوائی کھانی ہے۔ پرانے وقتوں میں علاج دو دو سال چلتے تھے۔ کوئی درمیان میں چھوڑ دے گا تو وہ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ الٹا مرض بڑھ جائے گا۔

روزے کے دوران انسان دو متضاد حالتوں سے گذر رہا ہوتا ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت ایک طرف اور نہ کھانے اور نہ پینے کا عزم دوسری طرف۔

روزے کا مقصد

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس کی کوئی وقعت نہیں اور تقویٰ قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ روزے کا مقصد تب ہی حاصل ہوگا کہ ہم نہ صرف رمضان میں ان احکامات پر عمل کریں بلکہ ایک ماہ میں جو ہماری نیک عادات بنیں ان کو ہم پورے عزم سے جاری رکھیں۔ یہ تقویٰ کے برخلاف ہوگا کہ ہم عید کا چاند دیکھتے ہی تمام نیکیاں جو ہم نے حاصل کی ہیں انہیں ترک کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ تقویٰ تیس دن یا 29 دن اختیار کرنا ہے۔ جیسے کسی نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں صحت مند رہوں تو وہ ورزش کا اہتمام بھی کرتا ہے، تیس تیس دن وہ خاص ڈائیٹ کرتا ہے تو یوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے (Spirtual muscle) ''روحانی پٹھے'' ہیں ان کو طاقتور بنانے کے لئے یہ ایک (Gym) رکھا ہے، باقاعدہ اس ٹائم سے اُس ٹائم تک آپ نے ورزش کرنی ہے۔ اس دوران نمازیں پڑھیں، قرآن مجید پڑھیں، تہجد پڑھیں، جتنا قرآن سنیں گے اور جتنا اس پر غور کریں گے اُتنا ہی اس سے فائدہ ہوگا۔

میں ان مساجد کو اچھی مساجد سمجھتا ہوں کہ جن میں تراویح پڑھانے کے بعد ایک خلاصہ دیا جاتا ہے کہ آج ہم نے یہ سنا ہے۔ بیان القرآن کے شروع میں بہترین خلاصے ہیں جن کو اور لوگ استعمال کرتے ہیں لیکن ہم استعمال نہیں کرتے۔ اگر ہم وہ بہتر متقی انسان بن جائیں، اور اگر ہم اس مسجد میں اندازہ لگالیں کہ یہ لوگ جو بیٹھے ہیں، یا وہ لوگ جو ٹرانسمیشن سن رہے ہیں یہ بہتر لوگ بن جاتے ہیں، ان کے گھر والے بہتر لوگ بن جاتے ہیں تو یہ ایک دیرپا اثر والا اور کامیاب رمضان کہلائے گا۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین موقع

آج ہمیں یہ ارادہ کرنا چاہیے کہ ہم وہ روزہ رکھیں گے جو ہمیں اس کا اصلی مقصد یعنی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کردے۔ اسی رکوع کے ایک حصہ میں آتا ہے کہ **''جب تیرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں''**۔ یہ قریب ہونا ایسا قریب نہیں کہ جو مثال ہمیشہ کہتے ہیں کہ خدا قریب ہے، شہ رگ سے بھی قریب ہے، دل میں بھی ہے، کائنات میں بھی ہے، ہر جگہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ **اللہ تعالیٰ کی ہستی جو دنیا اور کائنات میں نہیں سما سکتی، ایک مومن کے دل میں سما جاتی ہے۔** تو واذا سالک عبادی ایسا سوال ہے جس پر حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ مکمل یقین رکھتے تھے اور اس نمونہ کو پیش کرنے کے لئے آئے تھے کہ خدا تعالیٰ آج بھی بولنے والا خدا ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو یہی اس کا جواب ہے۔ کہ وہ قریب ہے یعنی کہ وہ قریب سے آپ کی بات کو نہ صرف سنے گا بلکہ اس کا آپ کو جواب بھی دے گا لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی باتوں کا جواب دیتا ہے جو اس کی طرف ایک جہاد کرتے ہیں۔ **روزہ بھی ایک جہاد کہلاتا ہے۔** اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے ایک مسلسل کوشش کرتے ہیں، ایک استقامت کی زندگی گذارتے ہیں، اور اھدنا الصراط المستقیم کو واقعی استقامت کے راستے کے لئے دعا کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رحیمیت کہ وہ رحیم ہے، وہ اس قابل ہے کہ وہ آپ کو وہ راہیں دکھادے جو ھدی اللمتین کی راہیں ہیں اور ان کے اوپر جو آزمائشیں آئیں ان کو برداشت کرنے کی ہمیں استقامت دے، تو جب ہم اس خدا کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہے تو وہ ہمارے قریب ہے۔ **اور اس تجربہ کے لئے حضرت صاحب لوگوں کو اپنے پاس**

بلایا کرتے تھے کہ آؤ میرے پاس چند دن رہ کر تجربہ کرو، اور میں تمہیں بتاؤں کہ واقعی خدا تعالیٰ زندہ ہے اور وہ جواب دیتا ہے۔

اور اس بات پر میں دوبارہ زور دیتا ہوں کہ واقعی اللہ تعالیٰ جواب دینے والا، قریب ہے اور یہ مہینہ ان تمام مہینوں سے قریب مہینہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کا قرب انسان حاصل کر سکتا ہے۔ ہر ایک موسم میں کوئی نہ کوئی چیز لگائی جاتی ہے۔ ہم غلط موسم میں کوئی اناج زمین میں نہیں پھینکتے اور کوشش کریں تو وہ نکلتا بھی نہیں ہے۔ ایک خاص موسم آتا ہے اور وہ اناج بویا جاتا ہے اور وہ فصل دیتا ہے۔ اسی طرح آپ سمجھیں کہ روحانیت کی جو کھیتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے بڑے سے بڑے پھل جو آخرت میں ملنے والے ہیں وہ اس دنیا میں ان کو مہیا کرتا ہے اور وہ موسم جو ہے وہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اور اس کے اندر ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اچھا موقع دیا ہوا ہے کہ ہم اس میں اپنی پوری کوشش سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔

روزہ انسان کو اللہ کی مسلسل یاد دلاتا ہے

روزہ انسان کے صبر کو آزماتا ہے۔ بھوک، پیاس اور گرمی۔ اس کی شدت میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بھوکا رہنا، اسی کی خاطر پیاسا رہنا اور اسی کی خاطر نیکیاں اپنی روح کی بہتری کے لئے اختیار کرنا عادت بن جاتی ہے۔

کب ہم سنتے ہیں کہ ایک بچے نے روزہ رکھا اور پھر چھپ چھپ کر سارا دن فریج سے پانی پیتا رہا، اور چھپ چھپ کر پھل کھاتا رہا۔ ایسا کبھی نہیں سنا جاتا کیونکہ بچہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اچھائی کر رہا ہے۔ اور اگر ہم اس کے لئے اچھائی نہیں کر رہے اور روزہ رکھ کر بھی مسجدوں میں جا کر بم پھاڑ رہے ہیں، وہی چوری کر رہے ہیں، وہی جھوٹ بول رہے ہیں تو یہ تقویٰ کی راہ سے الگ ہی راہ ہے۔ صحیح روزہ وہ ہوتا ہے جس میں دکھاوا نہ ہو اور کسی کو پتہ نہ لگے کہ فلاں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس ماہ مبارک میں تو جس نے روزہ نہیں رکھا اس کو بھی لوگ روزہ دار ہی سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ کسی کے سامنے کچھ کھائے پیئے نہ۔ لیکن ایسے روزے بھی ہوتے ہیں جو ثواب کے لئے لوگ رکھتے ہیں، ان کے دفتر، ان کے گھر والوں کو بھی کئی دفعہ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ اس نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ اگر دکھاوا آجاتا ہے تو روزے کی روح فوت ہو جاتی ہے۔

ہم صرف اور صرف جو جذبہ دل میں رکھیں وہ یہ رکھیں کہ ان تمام عبادات جن میں روزہ شامل ہے۔ ہماری تمام یہ قربانیاں اور ہمارا جینا اور مرنا یہ تمام اللہ کے لئے ہے جو کہ قرآن میں سورۃ الانعام میں ایمان کے متعلق بتایا گیا ہے۔ اسی کے مطابق ہم کہیں کہ **ہماری تمام نمازیں، عبادات، قربانیاں، ہمارا جینا اور مرنا صرف اللہ کے لئے ہے، اس کے ساتھ ہم کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے"**۔ اس جذبہ سے روزہ رکھا جائے گا تو اللہ قبولیت عطا فرمائے گا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جو ہم چاہتے ہیں حاصل ہوگی۔ روزہ جتنا سخت ہوا اتنا ہی اللہ کا شکر ادا کریں، ہم اس کو اس کی خاطر برداشت کر رہے ہیں۔ جیسے جیسے ہمیں بھوک اور پیاس کی شدت محسوس ہوتی ہے ہمیں ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی یاد بھی دل میں آتی ہے کہ یہ اس کے لئے سب ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے اور اس کے درمیان کی بات ہے کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے۔ اس لئے اگر ہم تیس روزے رکھ لیں گے، ایک مہینہ ہمیں خدا کی یاد آتی رہے گی تو پھر ممکن ہے کہ خدا کی یاد کرنا ایک معمول بن جائے گا اور اسی معمول کو روزوں کے بعد آگے بڑھانا ایک خوشی کا موجب ہوگا۔ ورنہ ایک ورزش تھی وہ کر لی۔ اگلے سال ہم اس کو دوبارہ کر لیں گے۔ کسی کو نہیں پتہ ہوتا کہ اس کو اگلے سال کا ٹائم ملے یا نہ ملے۔ ہم سب نے دیکھا کہ رمضان میں کتنے لوگ ہم سے جدا ہو گئے جن کو ہم جانتے تھے۔ کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ اگلے سال ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

جو صبر یہ روزہ سکھاتا ہے اس صبر کو ساتھ لے کر آگے چلنا ہے، ہم نے جو جھوٹ بولنا چھوڑا، برائی کرنی چھوڑی، غیبتیں کرنی چھوڑیں یہ ساری ہم نے ساتھ لے جانی ہیں تو پھر یہ وہ روزہ بن جاتا ہے، جو جہاد کبیر کہلاتا ہے جس کے بارے میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے فرمایا کہ روزہ رکھنا جہاد کبیر ہے کیونکہ اس ہتھیار سے اس دشمن کے ساتھ اندرونی لڑائی ہو رہی جو ہمارے

نفسانی گناہوں کا موجب بنتا ہے۔

ہم نے کیا بلکہ تمام دنیا نے دیکھا کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت بنائی جس کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ یہ چلتے پھرتے فرشتوں کی جماعت ہے۔ ہر فرد فرشتہ بن گیا تھا مثلاً ایک نام خواجہ کمال الدین صاحب جن کے ہم نے ووکنگ میں سو سال منائے ہیں۔ جو اس وقت تیار بیٹھے تھے کہ یا دھریہ ہو جائیں گے یا عیسائی ہو جائیں گے۔ **''ان کے مطابق اسلام پر جو گند اچھالا جا رہا تھا اس کا جواب ہمارے پاس نہ تھا۔ اور جو مسلمان فتوے لگائے جا رہے ہیں یہ طریقہ اسلام کا نہیں ہے''۔** وہ اسلام چھوڑنے کو پھر رہے تھے جب **''براہین احمدیہ''** کے کچھ کاغذات ہاتھ لگ گئے، تو پھر انہوں نے **انگلینڈ جیسی جگہ میں جا کر اسلام کی کتنی خدمت کی کہ پچھلی کنونشن میں جو غیر مسلم آئے ہوئے تھے وہ بھی اعتراف کرتے تھے کہ اس بندے کو ہم بہت اچھا آدمی مانتے ہیں کہ اس نے ہماری قوم کی، ہمارے ملک کی بہت خدمت کی اور ہمیں اسلام کا صحیح نمونہ دکھایا۔**

تو آج کا میرا اس رمضان کا پیغام یہی ہے کہ ہم اس رمضان سے مکمل فائدہ اٹھائیں۔ یہ عبادات پھر نصیب ہوں، نہ ہوں۔ اس میں پوری اپنی قرب الٰہی کے لئے دعائیں کریں۔ **اپنے اندر نیکی کا نمونہ لائیں۔ رمضان کو جہادِ نفس کے خلاف ہم روحانی ہتھیار سمجھ کر استعمال کریں اور روزوں کی وجہ سے جو نیک تبدیلی ہم میں آئی ہے اس کو ترک نہ کریں۔**

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت جس کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے متقی بننے کے لئے بنایا تا کہ اس کے تمام احباب متقی بنیں، تمام ان اصولوں پر جو قرآن مجید نے نازل فرمائے ہیں ان پر عمل کریں۔ ان تمام لوگوں کے لئے دعا کریں جو فوت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو امن میں رکھے اور ہمارے ملک کو امن کی جگہ بنا دے اور جو آزمائشیں ہماری جماعت کی راہ میں حائل ہیں ان کو دور کر دے۔

جو دین کو ثرّیا سے لایا تمہیں تو ہو

مرتضٰی خان حسن مرحوم و مغفور

مُردہ دلوں کو جس نے جلایا تمہیں تو ہو
جو دین کو ثرّیا سے لایا تمہیں تو ہو

ہے جس کی ذات مہبطِ انوارِ ایزدی
ہے جس کی شان ارفع و اعلیٰ تمہیں تو ہو

نوکِ قلم سے دجل کا سر کر دیا قلم
پشت و پناہِ ملّتِ بیضا تمہیں تو ہو

حافظ خدا کے دین کے ملّت کے پاسباں
اسلامیوں کے ملجاؤ ماویٰ تمہیں تو ہو

کہتی ہے ایک دنیا کہ جس نے بصد کمال
نورِ خدا کا جلوہ دکھایا تمہیں تو ہو

کعبہ میں جس کو دیکھا رُسول امین نے
وہ مردِ باوقار مسیحا تمہیں تو ہو

☆☆☆☆

صوم یا روزہ

(حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ)

صوم کے اصل معنی مطلق طور پر رُکنے کے ہیں۔ کھانے پینے، بولنے یا ادھر اُدھر حرکت کرنے سے رُکنا اس کے معنوں میں شامل ہیں۔ اسی لئے ایک گھوڑے کو، جو ادھر اُدھر حرکت کرنے اور چارہ کھانے سے رُکا رہے صائم کہتے ہیں۔ اور ہوا کو، جب دھیمی ہو اور دن کو جب وسطی نقطہ پر ہو، صوم کہتے ہیں (راغب)۔ بات چیت سے رکنے کے معنوں میں یہ لفظ قرآن مجید کی ابتدائی مکی وحی میں استعمال ہوا ہے:

ترجمہ: ''تو کہنا، میں نے رحمٰن کے لئے (اپنے اوپر) روزہ واجب کیا ہے، اس لئے آج میں کسی سے کلام نہیں کروں گی''۔ (مریم 26:19)

اسلامی شریعت کی اصطلاع میں صوم یا صیام کے معنی روزہ رکھنے یا پوہ پھٹنے سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کے ہیں۔

اسلام میں روزے کا حکم

اسلام میں روزہ کا حکم نماز کے بعد آیا ہے۔ روزے ہجرت کے دوسرے سال مدینہ میں فرض ہوئے اور ان کے لئے رمضان کا مہینہ مخصوص کیا گیا۔ قبل ازیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر محرم کی دسویں تاریخ کو نفلی روزہ رکھا کرتے تھے اور حضورؐ نے اپنے متبعین کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بقول حضرت عائشہؓ یہ تمام قریش کے لئے روزے کا دن تھا۔ اس لئے اسلام میں روزے کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جبکہ حضرت نبی کریمؐ ابھی مکہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ بعد از ہجرت مدینہ میں حضرت رسول کریمؐ نے یہود کو دسویں محرم کو روزہ رکھتے دیکھا اور جب حضورؐ کو بتایا گیا کہ اس دن حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے پنجہ استبداد سے رہائی پانے کی خوشی میں روزہ رکھا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان موسیٰؑ سے یہود کی نسبت زیادہ قریب ہیں اور حکم دیا کہ اس دن روزہ رکھا جائے۔

ایک عالمگیر نظام

قرآن مجید میں روزے کے مضمون پر صرف ایک جگہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی سورۃ البقرہ کے 23ویں رکوع میں۔ اگرچہ دوسرے مواقع پر بعض حالات میں بطور کفارہ یا فدیہ روزہ رکھنے کا ذکر آتا ہے۔ یہ رکوع اس ذکر سے شروع ہوتا ہے کہ روزے کا نظام ایک عالمگیر نظام ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم متقی بنو''۔ (البقرۃ 183:2)

روزہ رکھنے کا عمل کم و بیش عالمگیر عمل ہے اور قریب قریب تمام بڑے بڑے مذاہب میں، جو خدا کی طرف سے آئے، پایا جاتا ہے۔ تاہم تمام مذاہب میں اس پر یکساں زور نہیں دیا گیا اور اس کے طریقے اور اغراض و مقاصد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا میں لکھا ہے کہ:

''اس کے طریقے اور اس کی اغراض، آب و ہوا، قوم و نسل اور تہذیب و تمدن اور دوسرے حالات کے پیش نظر بہت کچھ مختلف ہیں۔ لیکن کسی ایسے قابل ذکر مذہبی سلسلے کا نام لینا مشکل ہے جس میں روزہ سے کلیتہً انکار کیا گیا ہو اور اسے تسلیم نہ کیا جاتا ہو''۔ (زیر عنوان 'روزہ')

انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے نزدیک صرف کنفیوشن ازم ہی ایک استثناء ہے جس میں روزہ نہیں پایا جاتا۔ زرتشتی مذہب، جسے بعض اوقات ایک دوسرا استثناء سمجھا جاتا ہے، ان کے ہاں بھی کم از کم پروہتوں کو یہ حکم ہے کہ سال میں پانچ سے کم روزے نہ رکھیں۔ موجودہ عیسائیت اگرچہ آج اس قسم کی مذہبی عبادات کو چنداں اہمیت نہیں دیتی تاہم بانی مسیحیت (حضرت عیسیٰؑ) نے نہ صرف خود چالیس دن کے روزے رکھے اور ایک سچے پکے یہودی کی طرح کفارہ کے دن (Day of

(Atonement) بھی روزہ رکھا، بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین کی:

”اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں، بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو“۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے شاگرد روزہ رکھتے تھے لیکن اس قدر کثرت سے نہیں جس قدر ”یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگرد“ رکھتے تھے۔اور جب آپؑ سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو آپؑ نے جواب دیا کہ ”جب میں ان میں سے چلا جاؤں گا یہ زیادہ کثرت سے روزہ رکھا کریں گے“۔ابتدائی عیسائیوں کے متعلق بھی ذکر آتا ہے کہ وہ روزہ رکھا کرتے تھے بلکہ سینٹ پال نے بھی روزہ رکھا۔

ایک روحانی تربیت

اسلام کی رو سے روزہ دراصل ایک روحانی تربیت ہے۔قرآن مجید نے دو مواقع پر روزہ رکھنے والوں کو سـائـح فرمایا ہے (جو سـاح سے ہے۔جس کے معنی ہیں اس نے سفر کیا) پس سـائـح کے معنی ہیں روحانی سفر کرنے والا۔اور ایک امام کی سند کی رو سے جب ایک شخص کھانے پینے اور تمام قسم کی برائیوں سے پرہیز کرے تو وہ سـائـح کہلاتا ہے (راغب)۔رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید خاص طور پر قرب باری تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔گویا اس کا حصول روزے کا اصل مقصد ہے۔اور اس کے آگے فرماتا ہے:

ترجمہ: ”پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں“۔(سورۃ البقرۃ 186:2)

حدیث میں بھی اس بات پر خاص زور دیا گیا ہے کہ روزے کا اصل مقصد رضاء الٰہی کی چاہت ہونی چاہیے۔

”جو شخص کامل ایمان رکھتا ہو اور رضاء الٰہی کو چاہتا ہو اور رمضان کے روزے رکھے اس کے گناہ جو گذر چکے بخش دیئے جائیں گے“۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”روزے ایک ڈھال ہیں سو چاہیے کہ (روزہ رکھنے والا) فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔۔۔اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) وہ اپنا کھانا پینا اور خواہش صرف میری (رضاء کے) لئے چھوڑتا ہے اور صرف میرے لئے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور نیکی کا بدلہ اس سے دس گنا ہے“۔

روزہ کا اثر انسان کی جسمانی حالت پر

بظاہر صحیح معلوم نہ ہو مگر حقیقتاً اس میں شک نہیں کہ مقررہ اوقات کے دوران کھانے پینے سے پرہیز انسان کی اشتہاء کو بڑھاتا ہے۔جس طرح زمین کو ایک مدت بغیر کاشت چھوڑ دینے سے وہ زیادہ زرخیز ہو جاتی ہے، اسی طرح قوائے انہضام کو پورا ایک مہینہ آرام دینے سے زیادہ زرخیز اور زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں۔کیونکہ جسم کے تمام اعضاء اس طرح بنائے گئے ہیں کہ آرام ان کے کام کرنے کی طاقت کو بڑھا دیتا ہے۔اور یہ ظاہر امر ہے کہ جس قدر قوائے انہضام کی طاقت زیادہ ہوگی اسی قدر انسان کی جسمانی نشوونما زیادہ ترقی پذیر ہوگی۔لیکن روزہ کا ایک دوسرا اور زیادہ اہم جسمانی فائدہ بھی ہے۔وہ انسان، جو زندگی کی سختیوں کو برداشت نہ کر سکے۔جو حالات کے دگرگوں ہونے پر اس عیش وآرام کے بغیر، جس کا وہ عادی ہے، زندہ نہ رہ سکے، اسے جسمانی طور پر اس دنیا کی زندگی کے قابل نہیں سمجھا جا سکتا۔ایسا انسان جونہی کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، جس کا امکان زندگی میں یقینی ہے، اس کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔روزہ اس کو زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے۔اس مقصد کے لئے یہ ایک عملی سبق ہے اور اس سے انسان کی قوت مدافعت میں ترقی ہوتی ہے۔

وہ جو روزہ سے مستثناء ہیں

روزہ رکھنے کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو ”اس مہینہ کا مشاہدہ کریں“۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں: فمن شهد منكم الشهر (فعل شهد مصدر شهادة سے نکلا ہے۔جس کے معنی ”گواہی دینے“ کے ہیں)۔اس بناء پر روزہ رکھنے کا حکم

ان کے لئے ہے جو رمضان کے مہینہ کو دیکھیں۔اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام لوگ جو ایسے مقامات پر رہتے ہیں جہاں بارہ مہینوں کی تقسیم نہیں پائی جاتی، اس حکم کی تحدید سے باہر ہیں اور ان کے لئے روزہ فرض نہیں ہے۔

وہ لوگ جو روزہ سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں، ان کا ذکر قرآن مجید میں ہے یا حدیث میں۔قرآن مجید میں ان لوگوں کا، جو مریض ہوں یا سفر پر ہوں، ان الفاظ میں ذکر آتا ہے:

ترجمہ: ''پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دِنوں سے گنتی (پوری) کی جائے اور جو اس میں مشقت پاتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں'' (البقرۃ2:184)

مریض اور مسافر کے لئے روزہ سے مطلق معافی نہیں ہے۔مریض کے لئے بیماری سے شفاء پانے اور مسافر کے لئے سفر کے ختم ہونے پر روزہ رکھنے کا حکم ہے۔لیکن طویل بیماری اور مستقل سفر کی صورتیں بھی ممکن ہوسکتی ہیں۔ایسے لوگوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ ہر روزہ کے لئے (جو وہ چھوڑیں) ایک مسکین کا کھانا کھلا دیں۔حدیث میں اور بھی وسعت دی گئی ہے۔انسؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب وہ اس قدر بوڑھے ہوگئے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے۔حضرت ابن عباس کے متعلق روایت ہے کہ ان کے نزدیک الفاظ علی الذین یطیقونہ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے لئے روزہ ایک ناقابل برداشت مشقت ہے۔جیسے بوڑھے آدمی، بوڑھی عورت، اور حاملہ عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت۔۔۔ان سب کو افطار کی اجازت ہے۔(مئوخر الذکر دونوں کو صرف اس صورت میں کہ انہیں بچے کے متعلق خدشہ ہو) اور روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔حسنؒ اور ابراہیمؒ نے یہی خیال ظاہر کیا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ اصلی مقصد اس کی تہہ میں یہ ہے کہ کسی پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے۔بوڑھے لوگ، جو بوجہ پیرانہ سالی ضعیف و نحیف ہو چکے ہوں، بالبداہت روزہ سے معذور رکھے جانے کے قابل ہیں۔حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اس لئے معافی دی گئی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسکے روزہ رکھنے سے حمل یا دودھ پینے والے بچے کو یا اس کی ماں کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔اور چونکہ وہ کافی عرصہ تک اس حالت میں رہے گی، اس لئے اس کو معافی کی رعایت دی گئی ہے۔ایسے لوگ، جن کی صحت ناقص ہو اور جو اس قدر کمزور ہوں کہ روزہ رکھنے کی تاب نہ لا سکتے ہوں، انہیں بیماروں کی صف میں ہی شمار کیا جائے گا۔

روزہ کن کے لئے لازمی ہے؟

قرآن مجید کے احکام ان کے لئے ہیں جو بالغ ہوں اور ایسا ہی روزے کے متعلق حکم ہے۔امام مالک کی رائے میں کم سن بچوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔مگر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ ''ہمارے بچے بھی روزہ رکھ رہے ہیں''۔غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جب موسم زیادہ گرم نہ تھا۔اور مقصد یہ ہوگا کہ بچوں کو روزہ رکھنے کا عادی بنایا جائے۔جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ روزہ رکھنے کے مکلّف ہیں جو جسمانی طور پر اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔فقہاء نے تین شرائط قائم کی ہیں یعنی انسان بالغ ہو، قادر ہو (یعنی جسمانی طور پر صلاحیت رکھتا ہو) اور عاقل ہو۔خواتین کے لئے اگر حیض سے فارغ ہوں، روزہ رکھنا فرض ہے۔اگرچہ حیض کی حالت میں عورت کو نماز کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے مگر رمضان میں جو روزے وہ بوجہ حیض نہیں رکھ سکتی ہیں بعد میں ان کا پورا کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔یعنی اس بارہ میں اس کا معاملہ بیماری کی طرح ہے۔بچہ کی پیدائش پر نفاس کے جاری ہونے کی صورت میں حیض کی طرح ہی ہے۔صرف اس قدر فرق ہے کہ اگر ماں بچے کو دودھ پلاتی ہو تو وہ روزہ کی بجائے ایک مسکین کا کھانا دے سکتی ہے۔ان تمام صورتوں میں جن میں بعد میں روزے رکھنے ضروری ہوں، اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خواہ بیماری ہو یا مسافر یا حیض والی عورت، اسے اختیار ہے کہ دوسرے رمضان کی آمد سے پہلے پہلے، جب اور جس وقت چاہے روزوں کی تعداد پوری کردے (البخاری30:39,40,41)

روزے بطور تلافی مافات

ایسے روزوں کا ذکر بھی آتا ہے کہ جو بطور فدیہ یعنی کسی عمل سے قاصر رہنے کی وجہ سے بطور بدل رکھے جائیں۔چنانچہ جو حاجی بوجوہ احرام کے تمام مقتضیات کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہوں، انہیں تلافی مافات کے طور پر صدقہ اور جانور کی

قربانی کے بجائے تین دن روزے رکھنے کا حکم ہے۔(البقرۃ2:196)۔اور ان حاجیوں کو جو عمرہ اور حج (تمتعؑ) جمع کرنے کے لئے دونوں کے وقفہ کے درمیان حالت احرام سے باہر نکل آئیں، تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے روزے حج سے واپسی پر رکھنے چاہئیں۔(البقرۃ2:196)

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ توڑنے کے لئے لفظ افطار آتا ہے۔ جو الفطر سے ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کا لمبائی میں توڑنا یا پھاڑنا (راغب)۔ اور جو چیزیں روزہ توڑتی ہیں ان کو المفطرات کہتے ہیں جو المفطر کی جمع ہے۔ تین چیزیں، جن سے انسان کو روزہ کی حالت میں اجتناب کرنا چاہیے، کھانا، پینا اور جماع ہے۔ اگر کوئی شخص برضا و رغبت خود یا ارادتاً ان میں سے کسی ایک کا سحری اور غروب آفتاب کے اندر اندر مرتکب ہوتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر سہواً یا بے خبری سے ایسا ہو جائے تو روزہ قائم رہتا ہے اور اسے پورا کرنا چاہیے۔ پانی یا مسواک سے منہ صاف کرنے یا غرارے یا نتھنوں میں پانی چڑھانے سے، اگر غیر ارادی طور پر کسی قدر پانی گلے میں چلا جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ ہی غسل کرنے، سر پر گیلا کپڑا رکھنے یا سر پر پانی ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے خواہ ارادتاً گرمی کی شدت کو دور کرنے کے لئے ایسا کیا جائے۔ کچھ لگانے یا قے کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ کا بیان ہے، روزہ کسی چیز کے پیٹ کے اندر جانے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے باہر آنے سے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیا کرتے تھے قبل از وقت ارادتاً روزہ توڑنے کی سزا کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ جیسا کہ پہلے ''روزہ بطور کفارہ'' کے عنوان کی ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن مجید اس کے متعلق ساکت ہے۔ لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ توڑنے والے کی محض پشیمانی اور سچی توبہ ہی کافی ہے۔ اگر کسی ابر والے دن اس خیال سے کہ سورج غروب ہو گیا ہے، روزہ کھول دیا جائے اور بعد میں سورج ظاہر ہو جائے تو روزہ پورا کرنا چاہیے۔ اگر انسان نے روزہ رکھا ہو اور سفر کرنا پڑ جائے تو روزہ توڑا جا سکتا ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی یہی قاعدہ عائد ہوگا۔ نفلی روزہ کی حالت میں کسی مہمان کی وجہ سے یا کسی دوست کے اصرار پر روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

ایک حدیث میں روزہ کے اخلاقی پہلو کا ان الفاظ میں ذکر آتا ہے: ''روزہ ایک ڈھال ہے پس جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ اسے دو دفعہ کہہ دے کہ ''میں روزے سے ہوں''۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ کھانے پینے سے پرہیز کی وجہ سے نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو مشک وغیرہ کی خوشبو سے بھی زیادہ مرغوب ہے، بلکہ یہ بُری باتوں اور بُرے کاموں اور گالی گلوچ اور دوسرے تمام افعال قبیحہ سے پرہیز کا نتیجہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر روزہ دار کو کوئی بُرا بھلا بھی کہے تو وہ انتقامی طور پر بھی کوئی بُرا کلمہ زبان پر نہیں لاتا۔ اس بناء پر روزہ دار خواہشات نفسانیہ یعنی کھانے پینے اور جنسی شہوات پر قابو پانے سے صرف جسمانی تربیت ہی حاصل نہیں کرتا بلکہ تمام بُرے اقوال و اعمال سے پرہیز کر کے براہ راست اخلاقی تربیت حاصل کرتا ہے۔ یہ صرف جسم کی تربیت ہی نہیں جو اپنی جگہ ایک اخلاقی اہمیت رکھتی ہے، بلکہ اس میں براہ راست روحانی تربیت کا بھی سامان موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں جیسا کہ اس حدیث میں صریح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے، روزہ صرف کھانے پینے سے باطل نہیں ہو جاتا بلکہ جھوٹ بولنے، بُری زبان استعمال کرنے، خلاف ایمان کام کرنے یا کسی اور قسم کے بُرے فعل سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔

اعتکاف

لفظ اعتکاف مشتق ہے عکف (علیہ) سے۔ اعتکاف کے معنی ہیں 'وہ ہمیشہ یا مستقل طور پر اس سے چمٹا رہا'۔ اور اعتکاف کے لغوی معنی ایک جگہ ٹھہرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کچھ دنوں کے لئے بالخصوص ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں قیام کرنے پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح میں ایک پوری کتاب (کتاب 33 الاعتکاف) اس موضوع کے لئے خاص کر دی ہے جس میں اس بارے میں حضرت نبی کریمؐ کے عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ان ایام میں معتکف یعنی اعتکاف کرنے والا تمام دنیاوی علائق سے الگ ہوجاتا ہے اور وہ اشد ضرورت کے بغیر مثلاً قضاء حاجت یا غسل وغیرہ کے بغیر مسجد سے نہیں نکلتا۔ حضرت نبی کریمؐ کے لئے عموماً صحن مسجد میں خیمہ نصب کر دیا جاتا تھا۔ عورتوں کو بھی اعتکاف میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔

معتکف کے پاس دوسرے لوگ اور اس کی بیوی ملنے کے لئے آسکتی ہے۔ ایک حدیث کی رو سے اس کو بیمار کی عیادت کی بھی اجازت ہے۔ اعتکاف دوسرے دنوں میں بھی ہوسکتا ہے لیکن رمضان کے آخری دس دنوں کا حدیث میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اعتکاف کا ذکر رمضان کے ضمن میں آتا ہے۔

لیلتہ القدر

ماہ صیام کے آخری عشرہ کی ایک رات کو لیلتہ القدر کہا جاتا ہے۔ لفظ لیل یا لیلۃ کے معنی رات کے ہیں اور قدر کے اصل معنی ہی ناپنا۔ لیکن لیلۃ القدر کے معنی باعظمت رات کے بھی آئے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا دو دفعہ ذکر آتا ہے۔ سورۃ القدر (97:1-5) میں تین دفعہ لیلۃ القدر کے الفاظ آئے ہیں:

''ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا۔ اور تجھے کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اِذن سے ہر امر (چیز) کو لئے ہوئے اترتے ہیں۔ سلامتی یہ فجر کے طلوع تک ہے''۔

اس سورۃ میں اس رات کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا اور یہ بھی ذکر ہے کہ یہ وہ رات ہے جس میں ملائکہ اور تاثیرات روحانی یا الہام الٰہی نازل ہوتے ہیں۔ سورۃ الدخان میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ جہاں اس کو لیلۃ مبارکۃ فرمایا:

''اللہ بے انتہاء رحم والا۔ کھول کر بیان کرنے والی کتاب گواہ ہے۔ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے۔ ہم ہمیشہ ڈراتے رہے ہیں۔ پھر حکمت کی بات کا اس میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ ہماری طرف سے حکم ہوتا ہے''۔

ظاہر ہے کہ دونوں جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ قرآن مجید اس رات نازل ہوا۔ اور دوسری جگہ ذکر آتا ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رات ماہ رمضان میں واقع ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے اس رات میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نزول اس رات کو شروع ہوا۔ بالفاظ دیگر اس رات سب سے پہلی وحی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس کو ''میزان کی رات'' بھی قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں دنیا کے لئے ایک نئی وحی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جس میں ہر ایک حکم (امر) پایا جاتا ہے جو حکمت اور علم پر مبنی ہے اور اسی لحاظ سے اس کو لیلۃ مبارکۃ یا لیلتہ القدر یعنی برکت والی یا عظمت والی رات فرمایا ہے۔ لہٰذا یوں کہا جاسکتا ہے کہ لیلۃ القدر قرآن مجید کے نزول کی سالگرہ ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، رمضان شریف کا آخری عشرہ خاص طور پر عبادت کے لئے مختص ہے۔ یہاں تک کہ اگرچہ اسلام رہبانیت کا حامی نہیں، مگر ان دس دنوں میں ایک مسلمان کو اجازت ہے کہ تمام دنیاوی علائق سے منقطع ہوکر خانہ خدا میں ایک راہب کی طرح قیام کرے۔ متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں یا آخری سات راتوں میں اس رات کو تلاش کرنا چاہیے۔ بعض احادیث کی رو سے یہ ماہ رمضان کی پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں رات ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ کو لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں رؤیا میں دکھائی گئی (مشکوۃ المصابیح باب 9)۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لیلۃ القدر کا نظر آنا ایک روحانی تجربہ ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریمؐ کا ایک روحانی تجربہ تھا، نہ کہ جسمانی۔ اور جیسا کہ مؤخر الذکر حدیث ظاہر کرتی ہے، صحابہ کرامؓ کا بھی یہ روحانی تجربہ تھا۔ اس لئے یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ یہ جسمانی تجربہ کے طور پر دیکھی جاسکتی ہے یا یہ کہ کوئی جسمانی تغیر اس رات مشاہدہ میں آتا ہے۔ یہ اس انسان کے لئے ایک روحانی تجربہ ہے جو رمضان کے مبارک مہینہ میں خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت شاقہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ (انتخاب از ''دین اسلام'')

☆☆☆☆

عہد ساز شخصیت

بیادِ عبدالعزیز مرحوم و مغفور

تحریر: آفتاب احمد صاحب (احمدیہ بلڈنگس، لاہور)

محبوب دِل خلق تھے جاں بخشِ جہاں تھے
تھے یوسف ثانی کہ مسیح الزمان تھے
جو کچھ بھی تھے مگر اب کچھ بھی نہیں
ٹوٹے ہوئے بنجر میں پڑے ہیں زیرِ زمین
دنیا کی حقیقت کا یہ انجام ہے اے دِلِ ناداں
تجھ کو کہیں بھول نہ جائے یہ مدفنِ ویراں

میں آج عبدالعزیز مرحوم جو رشتے میں میرے ماموں تھے کے بارے میں کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں جو ان اشعار کی جو ان کی قبر کے کتبے پر لکھے ہیں کے عین مصداق تھے۔ آپ اندازاً 1938ء میں پکھی گاؤں میں ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ بالکل بچپن میں باپ اور ماں دونوں کی طرف سے یتیم ہو گئے۔ پھر چچا (مولوی عبدالرحمٰن مرحوم و مغفور، مبلغ جماعت احمدیہ لاہور) کے زیرِ سایہ رہے۔ آپ تین بہن بھائی تھے۔ عبدالعزیز مرحوم سب سے چھوٹے گھر بھر کے لاڈلے تھے۔ انتہائی نازک مزاج، یتیم اور لاڈلے بچے اکثر بگڑ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے انہیں شرافت اور انسانیت کے اعلیٰ معیار پر رب رحیم نے رکھا۔ نازک مزاج تھے لیکن انسانیت کی خدمت میں اپنا سب کچھ وار دیتے تھے۔ احمدیت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پاکستان ریلوے میں اچھی بھلی ملازمت حضرت امیر سوئم کے حکم پر چھوڑ کر دارالسلام میں حضرت امیر کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔

دارالسلام میں شام کو جامع میں ملفوظات پڑھتے، آپ کو ایڈیٹر پیغام صلح کا کام دیا گیا جو آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اسی طرح دن رات مسلم ٹاؤن جہاں ہر وقت قبضے اور فساد کا ڈر تھا ڈیوٹی کرتے۔ آخر اس ہی جگہ جب لوگوں نے قبضہ کیا تو بہت کوشش کی اور انتہائی دلیری سے ڈٹے رہے۔ سینکڑوں کے مجمع سے مار کھاتے رہے۔ آخر اس ہی مار کی وجہ سے 28 جولائی 1992ء کو ایبٹ آباد میں مالک حقیقی سے جا ملے۔

مقدرر ہوں تو خاک سے پوچھوں اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے

آپ کو احمدیت سے عشق تھا۔ 1974ء کے فسادات میں جب کہ ہر کوئی جانتا تھا کہ یہ احمدی ہے کھلے عام گھومتے۔ اپنے چچا کے حکم پر ایبٹ آباد جاؤ اور خان بہادر صاحب (جو ابھی امیر نہ تھے) کے حالات دیکھ کر آؤ، آپ وہاں بے خوف و خطر جاتے اور واپس آکر سنایا کرتے تھے کہ جب شہزادہ مسجد کے پاس سے ظہر کے وقت گذرا تو لوگ گالیاں بک رہے تھے اور دارالسعید پر حملے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ دارالسعید کو گھیرنے کا پروگرام تھا۔ سید ہے کہ دارالسعید جا پہنچے کوئی ڈر نہ تھا کہ اگر اس گھر کو گھیرا گیا تو میں بھی اندر ہوں گا۔

1984ء میں کھلا بٹ ٹاؤن شپ میں احمدی گھرانوں میں سخت خوف و ہراس تھا اور خاص کر عبدالعزیز مرحوم اور ان کے گھر کو شدید خطرہ لاحق تھا کہ دھمکیاں ملیں تھیں کہ ان کے گھر کو افغانی کمانڈوز تباہ کر دیں گے، لیکن عبدالعزیز مرحوم نے افواہ سنی کہ دارالسلام پر حملہ ہونے والا ہے۔ گھر اور بچوں کو حوالہ بخدا کیا اور دارالسلام کی راہ ہو لئے۔

احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک دفعہ ملفوظات پڑھ رہے تھے، مضمون سود پر تھا۔ جب بیان کیا تو بشارت احمد بقا صاحب مرحوم نے کچھ اعتراض کر دیا۔ فوراً اٹھ کر ان کے گلے پڑ گئے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے اور یہ ان کا فتویٰ ہے۔

علاقے اور خاص کر اپنے گاؤں میں ہر طرح کے لوگوں کی خدمت کرتے اور مدد فرماتے۔ میں آپ سے اکثر شکوہ کرتا تھا کہ آپ ان کی بھی مدد کر رہے ہیں جو احمدیت کو بُرا کہتے ہیں تو فرماتے یہی احمدیت کا امتیاز اور وصف ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم ہے کہ خدمت خلق کرو۔ اکثر لوگ کہتے کہ تم کتنے اچھے آدمی ہو۔ یہ دُم (احمدیت) چھوڑ دو بڑا نام ہوگا'' فرماتے یہ سب اچھائیاں اس دُم ہی کی وجہ سے ہیں۔

تربیلہ ڈیم کے بننے پر متاثرین ڈیم نے بہت تکالیف کا وقت گذارا۔ سڑک ختم ہوگئی لوگوں کو پندرہ پندرہ میل چل کر بازار سے سامان خرید کر لے جانا پڑتا۔ معمولی معمولی ضروریات زندگی میسر نہ تھیں۔ آپ چونکہ شہر میں رہتے تھے۔ وہاں سے گاؤں جاتے پہاڑی راستوں سے ایک ایک من سودا سلف اٹھا کر لے جاتے (بتا چکا ہوں کہ نازک مزاج تھے) رشتے داروں کے گھروں میں سبزیاں اور سودا دیتے۔ کہیں سے رقم لیتے، کہیں صرف سامان دیتے، پیسے کی پرواہ نہ کرتے اور چل پڑتے۔ واقعی محبوب دل خلق تھے۔ رشتے داروں کے لئے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرتے۔ کسی رشتہ دار کے دُکھ اور تکلیف پر اس سے زیادہ رنجیدہ ہوجاتے۔ اور پھر قرآن پاک کی آیات سے ان کو حوصلہ دیتے۔

گاؤں کے بہت سے نوجوانوں کو اچھی سے اچھی ملازمت دلوائی بعض لوگ اب بھی آپ کو یاد کر کے رو پڑتے ہیں۔ عبدالعزیز ہمارا بھائی اور ہمدرد تھا۔

اکثر مریضوں کو ایبٹ آباد حالیہ حضرت امیر قوم کے پاس لے جاتے اور مفت علاج کراتے۔ دونوں طرف کا کرایہ خود برداشت کرتے۔ میرے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اتنی کہ قلم کی طاقت بیان کرنے کے قابل نہیں۔ انتہائی ہنس مکھ تھے۔ ہر طرح کا مزاح کر لیتے تھے۔ مختلف چھوٹے شہروں میں ملازمت کی لیکن جمعہ ہمیشہ جامع راولپنڈی میں پڑھا خواہ اس کے لئے کتنی دور سے اور کتنی تکلیف سے آنا پڑے۔

گولڑہ ریلوے اسٹیشن پر ملازمت کے دوران گولڑہ کے پیر کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کی اور ریلوے اسٹیشن پر جب تک پوسٹنگ نہ ہوئی ڈٹے رہے۔ اپنی آخری بیماری میں ہم جوان کی خدمت کے لئے پاس تھے۔ ہمیں حکم دیتے کہ فلاں مریض کے پاس جاؤ اسے سنبھالو۔ وہ بہت بیمار ہے اس کے پاس کوئی نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ جبکہ وہ اپنی زندگی کی حقیقت جان گئے تھے۔ موت نظر آرہی تھی اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی کا یہ طریق اولیاء کرام کا ہے۔ اگر میں غلط ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

میں نے اپنے علاقے میں بڑے بڑے احمدی دیکھے ہیں۔ مخلص، نیک، ہر دلعزیز جو 1984-1974ء میں ہزاروں کے مجمے کے سامنے ڈٹ گئے۔ اپنی قبریں تک خود اپنے ہاتھوں سے کھود کر تیار کر لیں کہ اس علاقے میں اور احمدی نہیں ہیں تو قبر کوئی نہ کھودے گا۔ اپنے اگلے جہان کی تیار کر لی۔ وہ لوگ دیکھے جنہوں نے احمدیت کی وجہ سے ہر وقت گالیاں سنیں، ماریں کھائیں۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے مرتے وقت لوگوں کو گواہ کر کے کہا کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہوں، حضرت مرزا صاحب کو مجدد وقت جانتا ہوں، میں مسلمان ہوں، کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ لیکن جس انسان نے مجھے احمدیت پر قائم رکھا، احمدیت میں میرا آئیڈیل جس نے مجھے احمدیت سکھائی وہ عبدالعزیز مرحوم ہیں۔

انہیں فوت ہوئے 21 سال ہوگئے ہیں مگر اپنے علاقے میں ابھی بھی زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو نافع الناس ہوتے ہیں ان کی زندگی لمبی ہوتی ہے وہ مرتے نہیں۔

تمہاری خوبیاں باقی تمہاری نیکیاں زندہ۔

عبدالعزیز مرحوم کو ایک دفعہ ان کے ایک چچازاد نے سعودی عرب سے خط لکھا کہ احمدیوں کے بچوں کو کوئی کلرک بھی نہیں رکھتا بہتر یہ ہے کہ احمدیت چھوڑ دیں۔ کیا ہی خوبصورت اور ایمان افروز جواب دیتے ہیں کہ ہم دونوں ایک دادا کی اولاد ہیں جس دن تمہارے بچے دنیا میں میرے بچوں سے آگے نکل گئے اسی دن احمدیت چھوڑ دوں گا، اور واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی غیرت کی عزت رکھ لی کہ آج مرحوم کے بچے واقعی بہت بہتر مقام پر ہیں۔

سالانہ دعائیہ پر سارے احمدی گھرانوں سے بچوں کو جمع کرتے اور

دارالسلام کو چل پڑتے۔ بچے اپنے سنبھالنے مشکل ہوتے ہیں اور وہ مختلف گھروں کے بچوں کو سنبھالتے اور واپسی پر سب گھروں میں ان کے بچے حوالے کرتے۔

امیر چہارم حضرت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ بچے عامر عزیز اور ان کے بہن بھائی اگر لائق اور اچھے ہیں تو یہ ان کے باپ کی قربانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **ابوھما صالحاً**

آپ کی وفات پر گاؤں کے بہت سارے لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی، ایک غیر احمدی کی آواز پر جس نے کہا! لوگو آج عبدالعزیز فوت ہوگیا ہے۔آپ سب جانتے ہیں کہ وہ کیسے مسلمان تھے۔لیکن چند دن کے بعد جن لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی تھی ان پر مسجدوں کے دروازے بند ہوگئے کہ انہوں نے احمدی کا جنازہ پڑھا ہے اور فتویٰ آگیا کہ یہ جب تک توبہ نہ کریں گے مسجدوں میں نہیں آسکتے۔ باقی لوگوں نے تو توبہ کی لیکن دو آدمی ان میں ایک انتہائی غریب آدمی پکا نمازی اس نے مسجدوں میں جانا چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے عبد العزیز سے اچھا مسلمان کوئی نہیں دیکھا۔اس لئے اس کا جنازہ پڑھنے پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں۔دوسرا میرے اپنے سسر جو احمدی نہ تھے لیکن دلیر آدمی تھے انہوں نے مسجد میں اعلان کیا کہ میں نے ایک بہترین مسلمان کا جنازہ پڑھا ہے۔ مجھے فخر ہے جو مجھے مسجد سے نکال سکتا ہے آئے۔تو سب نے مسجد میں کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اور ان کے لئے کوئی مسئلہ نہ بنا۔

میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں عبدالعزیز مرحوم کی طرح احمدی بنا،محبوب دل خلق بنا۔

ان کی وفات پر علاقے کے لوگوں کو ان پر روتے اور فریادیں کرتے سنا، ہر عورت یہ سمجھتی تھی کہ اس کا بھائی فوت ہوگیا ہے۔

عبدالعزیز مرحوم آج بھی زندہ ہیں۔

☆☆☆☆

زکوٰۃ

حامد الوارثی مرحوم

اگر چاہتے ہو تم اپنی نجات
تو ہو جاؤ پابندِ صوم و صلوات
کرو صرف نیکی میں تم اپنا مال
کہ اعمال پر منحصر ہے نجات
ہمیشہ رہے فکرِ زادِ سفر
کہ ہے چند روزہ بہارِ حیات
خدا کی طرف سے ہے یہ سخت حکم
اقیمو الصلوٰۃ واتو الذکوٰۃ
عمل کام آئیں گے حامد وہاں
ہے سو بات کی بس یہی ایک بات
یہاں سے ہے جانا فقط خالی ہاتھ
جو دو گے وہی ایک جائے گا ساتھ

☆☆☆☆

اداریہ

’’باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو‘‘

(مسیح موعود علیہ السلام)

مندرجہ بالا فقرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تقریر کا اقتباس ہے جس میں آپ نے جماعت کو باہمی اتفاق واتحاد اور محبت وارتباط کی نصیحت کرتے ہوئے نہایت سختی کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ:

’’اگر اختلاف ہوا اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔۔۔۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو، میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، اوّل خدا کی توحید اختیار کرو، دوسرے آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو، وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو، یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ یادرکھو تالیف ایک اعجاز ہے، یادرکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں، میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی رہتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے دس گز کی چھلانگ ماری۔ دوسرا اسی پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے‘‘۔

پھر فرمایا: ’’باہمی عداوت کا سبب کیا ہے، بخل ہے رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کروں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یادرکھیں وہ چند روز کے مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں‘‘۔

یہ مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان ہے، خدا کے مامور کا کلام ہے جس نے اس جماعت (جماعت احمدیہ) کو بنایا اور جس کے نام سے وابستگی ہم سب کے لئے موجب صد عز وافتخار ہے، کیا اس جری اللہ کے فرمان کی کوئی قدر آج ہمارے دلوں میں ہے؟ ہم سمجھتے ہیں جماعت احمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کو قابلِ عزت وعمل سمجھتا ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ آج ’’چھوٹی چھوٹی باتوں پر‘‘ ہم ایک دوسرے سے بگڑ کر الگ ہو بیٹھتے اور اس مرکز کو چھوڑ کر جو ’’خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن‘‘ کی شکل میں موجود ہے علیحدہ ادارے قائم کر لیتے اور انجمن کے استحکام اور خدمت دین کے کام کو مل کر فروغ دینے کے بجائے اس کو کمزور کرنے کے درپے ہو رہے ہیں، غور کیجئے یہ طرز عمل آیا ہماری قوت کا موجب ہے یا کمزوری و بربادی کا؟ اگر اسی طرح الگ الگ ٹولیوں میں ہم بٹتے چلے گئے تو جماعت کہاں باقی رہ سکتی ہے اور خدمت اسلام کے جن عظیم الشان کاموں کا بار ہم نے اٹھا رکھا ہے وہ کیونکر سرانجام پاسکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے بعض کو بعض سے تکلیف پہنچی ہو، یا انجمن کے نظام میں کسی کو کوئی خلل نظر آتا ہو، کیا اس کا علاج یہ ہونا چاہیے کہ ہم انجمن کو چھوڑ کر اور مرکز سے علیحدہ ہو کر الگ ادارے قائم کر لیں، یا اس کا علاج یہ ہے کہ انجمن کے اندر رہ کر، مرکز سے وابستگی اختیار کر کے اگر کوئی خرابیاں ہیں تو ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے اور کسی باہمی رنجش یا نظام انجمن میں اختلاف رائے کو عداوت، رعونت، خود پسندی اور جذبات کا رنگ نہ دیا جائے۔ دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ایک ایسا گُر سکھایا جس کو اگر مدنظر رکھا جائے تو کبھی مرکز یا انجمن سے علیحدگی کی کوئی وجہ ہی پیدا نہیں ہوسکتی۔ آپ کی وصیت ہے کہ:

’’جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیے اور وہی قطعی ہونا چاہیے‘‘۔

یہ وہ گُر ہے جس پر کاربند ہو کر کبھی ہمارا اجتماع ٹوٹ نہیں سکتا، اگر آپ کسی بات میں دوسروں سے اختلاف رکھتے ہیں تو دلائل سے، مخلصانہ جدوجہد سے کثرت رائے کو اپنی طرف کیجئے، اور اگر خدانخواستہ آپ ایسا نہ کرسکیں، اور آپ کی کوششیں کامیاب نہ ہوں تو اپنے خلاف کثرت رائے کے آگے سر جھکا دیجئے کہ خدا کے مامور کا یہی منشاء اور یہی اس کا فرمان ہے۔ اتنی سی بات پر کہ ہماری فلاں

بات نہیں مانی گئی، یا نظام انجمن میں فلاں خرابی ہے، علیحدہ ہو بیٹھنا یا علیحدہ ادارے قائم کر کے اجتماعی قوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا کہاں کی دانشمندی ہے، دیکھئے مامور الٰہی نے کس ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ نصیحت فرمائی ہے:

''تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو''

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو، ورنہ ہوا نکل جائے گی، نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو، برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دُعا کرو اگر ایک شخص غائبانہ دُعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے''

غور کیجئے کیا اُس نصیحت پر ہمارا عمل آج ہے؟ کیا ہم علیحدہ ادارے قائم کر کے اور جمعہ کے اجتماع کو توڑ کر عملاً مسیح موعودؑ کی نصیحت کو پس پشت نہیں پھینک رہے؟ ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرنا تو ایک طرف کیا ہم ایک دوسرے کی غیبت میں اس کی عیب چینی اور خردہ گیری میں مصروف نہیں رہتے؟

عزیز بھائیو! اور بزرگو! غور کر کے دیکھئے کہ ہمارا یہ طرز عمل کہاں تک خدا اور رسول اور مسیح موعودؑ کے مسلک منشاء کے مطابق ہے اور اس سے ہماری قومی واجتماعی قوت اور ہمارے اجتماعی نظام کو کہاں تک فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر یہ طریق عمل صحیح نہیں اور ہمیں کمزور اور دوسروں کی نظروں میں بدنام کرنے کا موجب ہے تو خدا کے لئے اس کو چھوڑ کر اور ایک دوسرے کی کمزوریوں اور زیادتیوں کو نظر انداز کر کے اپنے اجتماع کو قائم کیجئے ایسا نہ ہو کہ مسیح موعودؑ کی اس کتاب میں ہمارا نام لکھا جائے جس میں وہ ان تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دینا چاہتے تھے ''جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے'' اے خدا تو ہمیں اتفاق واتحاد کی برکت سے متمتع فرما، اور ہم سب کے دلوں کو باہمی اُلفت ومحبت سے بھر دے تاکہ ہم ایک مرکز سے وابستہ ہو کر اور اپنے اجتماع کو قائم کر کے تیرا نام بلند کر سکیں اور تیرے دین کی خدمت بجا لا سکیں۔ (پیغام صلح 13 جون 1956ء)

اطلاع

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ''لیزر'' کی نئی کلاس برائے سال 2013ء کا آغاز مورخہ یکم ستمبر 2013ء سے ہو رہا ہے۔ تمام نوجوان طلباء جو ''لیزر'' کی نئی کلاس میں داخلہ لینے کے خواہشمند ہیں، وہ اپنی درخواست تعلیمی اسناد کے ساتھ مورخہ 15 اگست 2013ء تک انجمن کے دفتر میں جمع کروا دیں۔ داخلہ کے امیدوار کے لئے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔

طالب علم کے قیام وطعام کا انتظام انجمن کے ذمہ ہوگا اور طالب علم کو معقول وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ گریجویٹ حضرات بھی اس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ فارغ التحصیل طلباء کو اندرون و بیرون ملک تعلیمی قابلیت کے مطابق تعینات کیا جائے گا۔

والسلام

عامر عزیز
جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

☆☆☆☆

عید پر غرباء کے ساتھ ہمدردی وشفقت

فطرانہ کو منظّم طور پر جمع کیا جائے اور اس سے قومی کام جاری کئے جائیں

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۹ مارچ ۶۰ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ بمقام احمدیہ بلڈنگس، لاہور

عید پر دو طرح کی خوشی

ماہ رمضان کے اختتام پر آج عید کے دن مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو رہے ہیں۔ آج انہیں دو طرح کی خوشی ہے۔ ایک تو اس فطری تقاضا کی وجہ سے کہ کھانے پینے کی جو پابندی ماہ رمضان میں انہیں تھی وہ ختم ہوگئی۔ اور دوسری خوشی یہ ہے کہ ماہ رمضان میں ایک مشقت برداشت کرنے اور مجاہدہ کی عبادت بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دونوں خوشیوں کی وجہ سے مسلمان آج جمع ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

روزہ کی غرض

روزہ کی غرض یہ ہے کہ اپنی خواہشات پر قابو پایا جائے اور انہیں حد اعتدال کے اندر رکھنے کی عادت ڈالی جائے۔ جس شخص نے اس غرض کو پورا کیا اس کو روزے مبارک ہوں، اسی طرح جذبات پر قابو پانا پامردی ہے۔ بے شمار آدمی ہیں کہ غیظ وغضب کے جذبات سے مشتعل ہو کر ناواجب حرکات کر بیٹھتے ہیں۔ ان جذبات کو قابو میں رکھنا اور حد اعتدال سے بڑھنے نہ دینا اصل مردی ہے اور روزہ کی غرض اسی چیز کو پیدا کرنا ہے۔

عبادت کے ساتھ ہمدردی خلائق ضروری ہے

رمضان میں جہاں مسلمان عبادت میں مصروف ہوتے ہیں وہاں غرباء کے لئے کھانا بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ عید کا دن انہی باتوں کو پھر دوہراتا ہے۔ آج عبادت گذاری کے ساتھ غرباء کے ساتھ ہمدردی کرنا بھی واجب ہے۔ حضورؐ نے سکھایا کہ صرف نمازیں اور روزے فائدہ نہیں دے سکتے جب تک خدا کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہ ہو، حضورؐ کی قوم کو یہ چیزیں اچھی طرح سمجھ آئی تھیں اور آپؐ کے زمانہ میں لوگ ان پر پورے طور پر عمل پیرا تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یعنی ہم جب کسی جگہ ڈیرہ لگاتے تھے تو نماز سے پہلے اپنی سواریوں کو پانی پلاتے، انہیں چارہ ڈالتے اور ان کی مالش وغیرہ کرتے تھے۔ باوجودیکہ عبادت اور نماز کے لئے ہم بڑا زبردست جذبہ اپنے اندر پاتے تھے تاہم اس بات کو مقدم کرتے تھے کہ سواریوں کا پالان وغیرہ اتاریں اور ان کو راحت پہنچائیں۔ یہ سبق سکھایا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق لگانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے''۔

عید پر غرباء کی امداد

آج اس سبق کو پھر دوہرایا ہے اور بتایا ہے کہ عید کی نماز قبول نہ ہوگی جب تک فطرانہ ادا نہ کیا جائے۔ یہ نہایت ہی قیمتی سبق ہے جو حضورؐ نے اپنی قوم کو دیا۔ حضورؐ نے قوم کی اقتصادیات کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ کہتے ہیں آج لاہور میں چودہ لاکھ کی آبادی ہے اگر آٹھ آنہ فی کس کے حساب سے فطرانہ وصول کیا جائے تو کم از کم چھ سات لاکھ روپیہ صرف لاہور سے وصول ہوسکتا ہے اور اسی طرح پاکستان کی آٹھ کروڑ آبادی سے چار کروڑ روپیہ ہر سال پیدا ہوسکتا ہے۔

فطرانہ سے قومی ترقی کے کام

اس سے کئی کام سرانجام پاسکتے ہیں۔ اگر ملک بھر میں ٹیکنیکل کالج کھولے جائیں تو یہ قوم کی مرفع الحالی کا موجب ہوسکتا ہے۔ ٹیکنیکل کالج کا یہ مطلب نہیں کہ میزیں یا تالے وغیرہ بنانے کا کام اس میں سکھایا جائے بلکہ اعلیٰ درجہ کے انجینئرنگ کے کام اس میں سکھائے جاسکتے ہیں۔ غرض فطرانہ کی رقم کو منظّم طریق سے جمع کرکے اسے قوم کی ترقی کے لئے خرچ کیا جائے تو عمدہ نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو سب کچھ ہوا لیکن ایک زمانہ

گذرنے پر اس سے توجہ ہٹ گئی اور ہم سو گئے، حکومت توجہ کرے تو ایک دن میں سب کچھ ہوسکتا ہے۔ غرباء کی خدمت کرنا خدا کے ہاں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

غرباء کی خدمت کی اہمیت اللہ تعالیٰ کی نظر میں

میں ایک حدیث قدسی آپ کو سناتا ہوں۔ حدیث قدسی وہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی کوئی بات روایت کی گئی ہو۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا ''اے آدم کے فرزند! میں بیمار ہوا اور تو نے میری خبر نہ لی، انسان کہے گا یا اللہ میں آپ کی کس طرح عیادت کرتا آپ تو پروردگار عالم ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تم نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر تم اس کی عیادت کے لئے جاتے تو مجھے وہاں پاتے''

کتنا بڑا اسبق ہے، کتنا بڑا جذبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں۔ ایک اور حدیث قدسی میں ہے: ''مجھے غریبوں کے اندر تلاش کرو'' پھر اسی سابقہ حدیث قدسی کے سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اے انسان میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، بندہ عرض کرے گا یا اللہ میں کیسے آپ کو کھانا کھلاتا آپ تو خود رب العالمین ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں عاجز بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تم نے نہ دیا۔ اگر دیتے تو یہ کھانا مجھے پہنچتا، پھر فرمائے گا اے انسان میں نے تجھ سے پانی پلانے کے لئے کہا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا میں کیسے آپ کو پانی پلاتا آپ تو تمام جہانوں کے رب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے نہ دیا اگر تو اسے پانی پلاتا تو وہ مجھے پہنچتا''۔

اس سے ظاہر ہے کہ غرباء کے ساتھ ہمدردی کرنا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، مشکلات میں ان کی امداد کرنا، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کس قدر ضروری اور اہم فریضہ ہے۔ ایسا فریضہ جس سے رضا الٰہی میسر آتی ہے۔ اسی لئے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اگر میری تلاش ہے تو غرباء کے اندر تلاش کرو لیکن آج اس کی طرف توجہ بہت کم ہے''۔

امراء کی اعانت غرباء سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کمزور غریب مزدوروں کی وجہ سے تمہیں رزق پہنچتا ہے اور وہی تمہاری مدد کرتے ہیں، یہ تمہارے کارخانے، تمہارے کاروبار غریبوں اور مزدوروں ہی کے ذریعہ چلتے ہیں۔ مزدوروں کے بغیر نہ تمہاری ریل چلے، نہ ہوائی جہاز، نہ کارخانے وغیرہ چل سکتے ہیں، انہی کی محنت ومشقت سے تم مالدار ہوتے ہو''۔

صحابہؓ کی پاک سیرت کا اثر عیدوں پر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی تلقین سے قوم کو زندہ کیا وہ خدا کی عبادت کرنے والی اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے والی قوم بن گئی۔ شام کے آدمیوں نے ان کے متعلق کہا کہ ہم نے مسلمانوں کے لشکروں میں جا کر دیکھا ''رات کو وہ خدا کے حضور کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں اور دن کو شہسوار غازی نظر آتے ہیں''۔ یہ کس قدر پاک قوم ہے، کہ باوجود یکہ ہم ان کے نزدیک کافر ہیں، تاہم ہماری کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے، نہ ہی ہماری بکری پکڑے ہیں، نہ مرغی تک کو ہاتھ لگاتے ہیں، اور غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، مسلمانوں کی اس سیرت نے غیروں کو بے حد متاثر کیا تھا، اگر قوم کا بحیثیت قوم کیریکٹر اچھا ہو تو اس کا دوسروں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ رمضان میں جہاں آپ بہت عبادت کرتے تھے وہاں بارش کی طرح بخشش بھی کرتے تھے۔ آپ تو ویسے بھی سب سے بڑھ کر سخی تھے لیکن رمضان میں آپؐ کی سخاوت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی اور عبادت کا حال یہ تھا کہ ویسے تو ساری عمر تہجد آپؐ نے پڑھی لیکن جب رمضان کی آخری راتیں آتیں تو آپؐ کی راتیں زندہ ہو جاتیں اور اپنے گھر والوں کو آپؐ اٹھاتے اور کمرِ ہمت باندھ کر عبادت الٰہی میں لگ جاتے، رمضان میں جبریلؑ کے ساتھ آپؐ قرآن کا دور کرتے اور قوم کو بھی عبادت اور قرآن پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ اور عبادت کے ساتھ سخاوت پر بھی زور دیتے تھے۔ فی الحقیقت جس قوم نے خدا کی عبادت کے ساتھ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی وہ قوم کامیاب ہوگئی۔ یہ تربیت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس کی پابندی کرنے سے خدا خوش ہوتا ہے اسی سے قوم کی ترقی شرف اور بزرگی بڑھتی ہے۔

☆☆☆☆

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(23جون تا 06جولائی2013)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس 23 جون تا06 جولائی 2013ء منعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت اور تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سکولوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد

مڈل سکول 11 تا15 سال

جونیئر سکول 11 سال تک

جونیئر سکول کے مزید دو سیشن بنائے گئے

جونیئر سکول A 5 سال تک

جونیئر سکول B 5 تا11 سال

اس تربیتی کورس کے انچارج محترم عادل افضل صاحب تھے جو کہ اس وقت احمدیہ انجمن لاہور میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کامیاب بنایا۔

اس کورس کا آغاز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف خود بھی توجہ دیں اور بچوں کو بھی اس کی طرف راغب کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں۔

''سیرت النبیؐ، تقابل ادیان، سیرت مجدد اعظم، وفات مسیح ناصری، اسلام میں تصور جہاد، قتل مرتد، تصور دجال، مسیح موعود پر اعتراضات، بیعت کی اہمیت، اختلاف سلسلہ، حضرت صاحب کی شاعری، حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں، مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئیاں، مجدد کی شناخت کے اصول، اولیاء اللہ کا مقام، مختلف مسالک، خلافت راشدہ، مسجد اور نماز کے آداب، حفظ آخری دس سورتیں، ایام صلح، اخلاقیات، خاتمہ بالخیر، ارکان اسلام، قرآنی و مسنون دعائیں، جماعت احمدیہ لاہور کی سو سالہ خدمات، نماز باترجمہ، ختم نبوت، وغیرہ''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے سپیشل نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال اور کرکٹ

ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	B	فضل حق
دوم	C	عبدالماجد
سوم	A	عبداللہ فیاض
چہارم	D	حامد رحمٰن

کرکٹ ٹورنامنٹ

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	C	فضل حق
دوم	A	طیب آفتاب
سوم	D	طیب اسلام
چہارم	B	ہارون جاوید

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ

پوزیشن	قیادت
اوّل	ثناء احمد
دوم	عیشہ عزیز
سوئم	زینب احمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

تمام طلباء کو مطالعاتی دورہ بھی کروایا گیا جس سے تمام طلباء لطف اندوز ہوئے۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ اور اس کورس میں پشاور سے آنے والے طالب علم ''منصور احمد'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبدالطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن حارثہ عزیز نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مدد علی ''سلور میڈل'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مڈل سکول میں اوّل پوزیشن ''فضہ آفتاب'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامد رحمٰن گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن ''عیشہ عزیز'' نے حاصل کی جس کو ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 6 جولائی 2013ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی اس تقریب میں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن عامر عزیز صاحب نے کورس کے کامیاب انعقاد پر تمام شرکاء اور منتظمین کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔ آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2013 کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کا نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: صندل آفتاب

سوئم: زینب احمد

مڈل سکول

اول: ثناء احمد

دوم: عالیہ ابرار

سوئم: عیشاء عزیز

جونیئر سکول ۔ A

اول: فادیہ رسول

دوم: حمنہ نور

سوئم: محمد علی ریاض

جونیئر سکول ۔ B

اول: طاہر رسول

دوم: شگفتہ

سوئم: دانیال احمد

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: صندل آفتاب

دوم: حارثہ عزیز

سوئم: فہد احمد

مڈل سکول

اول: ثناء احمد

دوم: ماہ رخ

سوئم: عالیہ ابرار

جونیئر سکول ۔ A

اول: محمد علی ریاض

دوم: حمزہ عثمان

سوئم: ابتسام ارشد

جونیئر سکول ۔ B

اول: شگفتہ احسان

دوم: دانیال احمد

سوئم: درشہوار + محمد علی

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: منصور احمد

دوم: حارثہ عزیز

سوئم: سعیدہ فتح اللہ

مڈل سکول

اول: فضہ آفتاب

دوم: عیشہ عزیز

سوئم: عالیہ ابرار

جونیئر سکول ۔ A

اول: حمنہ نور + محمد علی ریاض + حمزہ عثمان

دوم: عبیر حسین

سوئم: فادیہ رسول

جونیئر سکول ۔B

اول: محمد علی

دوم: شگفتہ احسان

سوئم: درشہوار

درس قرآن ۔ ۲۸

نصیر احمد فاروقی مرحوم ومغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''اے لوگو اس سے جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ (چیزیں) کھاؤ''۔

میں نے اس درس کے لئے اسلام میں خوراک کے متعلق جو احکام ہیں ان کو چُنا ہے۔ اس لئے کہ بعض مغرب زدہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سوال یا اعتراض کرتی ہیں کہ فلاں چیز کیوں حرام ہے؟ تو خوراک کے متعلق جو احکام ہیں وہ یہ ہیں:

(۱): زمین میں جو کچھ ہے وہ کھاؤ بشرطیکہ وہ حلال اور طیب ہو۔ حلال کے معنی وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حلال بتائی ہیں، یا حلال طریقہ سے کمائی گئی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ اور ملک کے قانون کے خلاف طریقوں سے نہ کمائی گئی ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ نے تو تمام چیزیں حلال ٹھہرائی ہیں سوائے گنتی کی چار پانچ چیزوں کے مگر وہ حلال طریقہ سے کمائی ہوئی ہونا ضروری ہے۔ یعنی خدا نے اور ملک نے جن کمائی کے طریقوں سے روکا ہو ان سے بچنا ضروری ہے۔

(۲): دوسرا عام قانون یہ ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف ۷:۳۱) ''یعنی کھاؤ اور پیو مگر زیادتی نہ کرو''۔ ہم میں سے اکثر ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں اور اکثر بیماریاں اسی زیادتی کے باعث پیدا ہوتی ہیں خصوصاً وزن بڑھ جانے کی وجہ سے۔ زیادہ کھانے کی برائی تو اکثر لوگوں کو معلوم ہے۔ مگر زیادہ پینے سے چاہے وہ پانی ہو یا چائے کافی وغیرہ صحت کو نقصان پہنچا ہے۔ چائے کافی زیادہ پینے سے تو ڈاکٹر بھی روکتے ہیں مگر عام لوگوں کو اس کا علم نہیں کہ پیاس سے زیادہ پانی پینے سے بھی وزن بڑھتا ہے۔ اور جس طرح زمین کو ضرورت سے زیادہ پانی لگے تو اس میں سیم اور تھور جیسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، انسان کو بھی اپنے جسم کو اتنا ہی پانی دینا چاہیے جتنا کہ پیاس مانگے۔ پیاس میں بے قابو ہو کر زیادہ پانی پینا بھی اچھا نہیں۔

(۳): تیسری بات عام بات یہ فرمائی۔ ترجمہ: ''یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو طیّبٰت جن کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے ان کو اپنے لئے حرام نہ کرلو'' (المائدہ ۵۔۸۷)۔ طیّبٰت جن کا ذکر پہلے بھی حلال چیزوں کے ساتھ آچکا ہے کیا ہیں؟ طیّبٰت کے معنی ہیں پاکیزہ یا پسندیدہ۔ ایک چیز جو حلال ہے وہ بعض حالات میں پاکیزہ ستھری یا پسندیدہ نہیں ہوتی مثلاً بکری کا گوشت جو حلال کیے ہوئے جانور کا ہو حلال ہے مگر اگر وہ سڑ جائے تو اب وہ طیّب نہیں رہا۔ چینی یا شکر حلال ہے۔ مگر ذیابیطس کے مریض کے لئے وہ طیّب نہیں۔ یا لوگوں کی فطرتی پسندیدگی کا بھی قرآن اور اسلام نے احترام کیا ہے۔ مثلاً اگرچہ کوّا حلال جانور ہے مگر بعض لوگ اس کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے تو ان سے اصرار کرنا کہ ضرور کھاؤ کیونکہ حلال ہے ٹھیک نہیں۔ عرب لوگ اسلام سے پہلے ''گوہ'' جو کہ چھپکلی Lizard کے خاندان کی بڑی شئی ہے کھایا کرتے تھے۔ اسلام نے اسے حرام نہیں کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ایک شخص پکا کر لایا تو آپ نے خود کھانا پسند نہیں کیا۔ تو حلال چیزوں میں سے جو پاکیزہ ہوں یعنی گلی سڑی نہ ہوں یا ڈاکٹر نے منع نہ کیا ہو بے شک کھاؤ بشرطیکہ تمہاری طبیعت اسے پسند کرتی ہو۔ اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی تھی یہ فرمایا کہ حلال اور طیب چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرلیا کرو تو یہ اس طریق سے روکا ہے جو بعض مذہبوں میں ہے اور اب بد قسمتی سے مسلمانوں میں بھی بعض پیر فقیر بطور چلہ یا نفس کو مارنے کے لئے بتاتے ہیں کہ بعض حلال اور طیب چیزوں کو چھوڑ دو۔

(۴): اب ہم آتے ہیں ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔ وہ بنیادی طور پر چار ہیں۔ اوّل مردار، دوئم خون، سوئم سور کا گوشت، اور چوتھے وہ جس پر اللہ کے سوائے کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ فرمایا: ترجمہ: ''اللہ نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جسے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو''۔ (البقرۃ۔۱۷۳)۔ اس کی تفصیل آگے سورۃ المائدہ ۵ آیت نمبر۳ میں آتی ہے جہاں فرمایا کہ مردار میں صرف وہ جانور ہی نہیں جو فطرتی یا طبعی موت مرے ہوں بلکہ وہ بھی جو گلا گھٹ کر مرا ہو (جیسے کہ ایک بکری رسی تڑانے یا ڈر کر بھاگنے میں رسی کا پھندا لگ جانے سے گلا گھٹ کر مر جاتی ہے) یا چوٹ لگ کر مرا ہوا جانور یا وہ جسے درندوں نے کھایا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم مرنے سے قبل ذبح کرلو۔ گویا ذبح کرنے سے جو خون بہہ کر گوشت کو پاک کرلیا جاتا ہے وہ وہاں ممکن نہ ہوسکا ہو۔ اور یہ بھی تشریح فرمائی کہ اللہ کے نام کے سوا جن جانوروں کو ذبح کیا جائے ان میں وہ بھی شامل ہیں جو بتوں کے آگے ذبح کیے جائیں۔

(۵): اب ہم ان چار قسم کی حرام چیزوں پہ بحث کریں گے تاکہ ان کی حُرمت کا فلسفہ ظاہر ہو۔ پہلے تو مردار کو لیجئے جو جانور مردہ ہے وہ ظاہر ہے کہ وہ کسی بیماری سے مرا ہوگا۔ اس لئے اس کو کھانا سخت خطرہ کو مول لینا ہے۔ دوئم بہت ممکن ہے کہ وہ جانور سڑ گیا ہو یا اس کا گوشت بگڑ گیا ہوا گرچہ انسان کو بظاہر معلوم نہ ہو۔ ذبح کرنے میں تقریباً تمام خون بہہ کر نکل جاتا ہے کیونکہ اگرچہ جانور فوراً بے ہوش ہوجاتا ہے۔ اور تکلیف کو محسوس نہیں کررہا ہوتا مگر اس کا دل چل رہا ہوتا ہے اور خون کو پمپ کررہا ہوتا ہے جو بہہ کر نکل جاتا ہے۔ جس جانور کو ذبح نہ کیا گیا ہو اس کے اندر خون رہ جاتا ہے اس لئے اس جانور کا گوشت جلد بگڑنے لگ جاتا ہے۔ خوراک کا اثر نہ صرف اخلاق پر پڑتا ہے جس کا ذکر میں آگے کروں گا بلکہ تعجب کی بات ہے کہ انسان کی شکل وصورت پر بھی۔ مثلاً جانوروں میں جو مردار خور ہیں مثلاً گدھ یا لگڑ بگڑ Hyenas ان کی شکل بھی مکروہ ہوتی ہے۔ اسی طرح مجھے بمبئی پریذیڈنسی میں ۱۵ سال نوکری کرنے کا موقع ملا تو میں نے دیکھا کہ جو نیچ قومیں مثلاً ڈھیڈ وغیرہ مردار کھاتے ہیں ان کی نہ صرف عادتیں اور اخلاق گر گئے تھے بلکہ ان کی شکل و شباہت بھی مکروہ ہوگئی تھی۔ بہرحال مردار کھانے سے صحت پر بُرا اثر پڑنے کا جو خطرہ ہوتا ہے کہ خدا جانے وہ جانور کس بیماری سے مرا اور اس کا گوشت بگڑ تو نہیں گیا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اب ہم آتے ہیں خون پر۔ سائنس کی تحقیقات نے اس بات کو اب ثابت کردیا ہے کہ جتنے جراثیم Germs یا وائرس یا مختلف قسم کے زہر ہیں وہ خون کے ذریعہ انسان کے جسم میں گردش کرتے ہیں۔ بیماریوں کے جراثیم یا دوسری قسم کی مضر چیزوں کے علاوہ خود انسان کے اندر جو فاسد مادے یا نقصان دہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور جنہیں انسان کا جسم پھیپھڑوں یا گردوں یا آنتوں (پاخانے) کے ذریعہ سے یا چمڑے کے مسام کے ذریعہ سے خارج کرتا ہے۔ وہ ان تک خون کے ذریعہ سے ہی پہنچائے جاتے ہیں۔ اس لئے خون کھانا سخت مضر صحت ہے۔ پھر گوشت کی نسبت خون جلد سڑتا ہے۔ اسی لئے گوشت جس کے اندر خون رہ گیا ہو جلد سڑتا ہے۔ تو خون علیحدہ کھانا بہت ہی مضرِ صحت ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوئے ہوں گے کہ کیا کوئی لوگ ایسے ہیں جو خون کو بذات خود کھاتے ہیں۔ ایسے ضرور ہیں مثلاً گورکھے یا سکھ لوگ، چونکہ خوراک کا اثر اخلاق پر بھی پڑتا ہے۔ اسی لئے خون کھانے والے لوگوں میں خونخواری ضرور آجاتی ہے جس کا تجربہ ان لوگوں کو ہے جن کو ایسی قوموں سے مقابلہ کرنے کا موقع پڑا ہو۔ جو لوگ خون کو علیحدہ نہیں کھاتے بلکہ گوشت میں رہنے دیتے ہیں ان میں بھی نسبت ذبیحہ کھانے والے مسلمانوں یا یہودیوں کے خونخواری زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے مسلمان سپاہی مہذب سپاہی ہے بہ نسبت غیر مسلم سپاہیوں کے۔ جانور جو خون پیتے ہیں مثلاً شیر وغیرہ وہ بھی اپنی خونخواری میں مشہور ہیں۔

(۷): اب لیجئے سُور کو۔ سُور کو یہودی مذہب نے بھی حرام کیا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سُوروں میں ناپاک روحوں کو داخل کیا تھا۔ سُور کے گوشت کی طبی برائیاں اب آہستہ آہستہ معلوم ہورہی ہیں۔ یہ نہ صرف ثقیل ترین گوشت ہے بلکہ بہت سی بیماریوں کو پھیلانے والا بھی ہے جو بیماریاں کہ پکانے سے دور نہیں ہوجاتیں۔ مگر سب میں بڑی بات یہ ہے کہ خوراک کا اثر اخلاق پر بھی پڑتا ہے اور سُور کے اخلاق میں ایک خاص بُرائی یہ ہے کہ یہ واحد جانور ہے کہ جو اپنی یا مادہ جنسی تعلقات (Sex) کے بارے میں کوئی غیرت نہیں رکھتا۔ نہ صرف یہ کہ اگر کوئی اور سُور اس کی مادہ سے جنسی تعلق قائم کرے تو یہ بُرا نہیں مانتا بلکہ یہ اتنا

دیوّث جانور ہے کہ اور سُوروں کو بھی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کی مادہ سے جنسی تعلقات(Sex) کو قائم کریں۔ اور سُور کھانے والی قوموں میں جو بے غیرتی آ گئی ہے وہ آج یورپ اور امریکہ میں ظاہر ہے۔ یہ بات کہ خوراک کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے۔ اس کی تصدیق اب بعض سائنسی تجربات نے کی ہے جو امریکہ میں ہوئے ہیں اور جن کا ذکر مشہور عالم رسالے ''ریڈرز ڈائجسٹ'' کے جنوری ۱۹۷۳ء کے نمبر میں ہے کہ خوراک کے ذریعہ ایک جانور کی خصلت دوسرے جانور میں چلی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ انسان میں بھی چلی جاتی ہے۔

(۸): آخری جانور وہ حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر اسے ذبح کیا گیا ہو یا مارا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام زندگی (Life) کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے زندگی یعنی جان لینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اب انسان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر یا اس کی اجازت لے کر جانور کو ذبح کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے آسانی پیدا فرما دی کہ اگر تم کسی جانور پر میرا نام لے لو تو وہ میری طرف سے اجازت کے مترادف ہوگا۔ جو خدا کے سوا کسی اور کا نام لیتا ہے مثلاً بُت کا یا پیر فقیر کا وہ اس بت یا پیر کو اس جانور کا پیدا کرنے والا اور مالک اور جان لینے کا حقدار بناتا ہے جو شرک ہے۔ اسی شرک کی بناء پر وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی بت کے آگے ذبح کیا گیا ہو۔ توحید کے بارہ میں اسلام نے کمال کر دیا ہے کہ جس بات سے ذرّہ سا بھی شرک پیدا ہونے کا احتمال ہوا سے منع فرما دیا۔

(۹): مذکورہ بالا چار چیزوں کو حرام کرتے ہوئے قرآن حکیم نے صرف اس شخص کو معذور سمجھا ہے جو حالت اضطراری میں ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ''یعنی جو شخص حالتِ اضطرار یعنی سخت مجبور ہو جائے اور نہ تو وہ خواہش رکھتا ہو نہ ضرورت سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرۃ ۲:۱۷۳)۔ مثلاً اگر انسان کی جان خطرہ میں ہو، بھوک کی وجہ سے یا دشمن کے مجبور کرنے کی وجہ سے (جیسا کہ بعض غیر مسلموں نے مسلمانوں کو مجبور کیا) تو اس پر گناہ نہیں بشرطیکہ وہ خود ان حرام چیزوں کی طرف رغبت نہ کرنے والا ہو اور نہ مجبوری سے زیادہ کھائے۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے نیچے ہے۔

(۱۰): حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام جانور جو چیرنے پھاڑنے والے ہیں یا پنجوں سے پھاڑ کر کھاتے ہوں وہ بھی منع ہیں۔ مثلاً شیر یا بھیڑیا یا کُتا یا گدھا اور چیل وغیرہ۔ قرآن کریم میں آیا ہے: ''یعنی یہ رسول صلعم اپنی خواہش نفس سے کوئی دینی بات نہیں کہتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی خفی سے کہتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے جانوروں کا کھانا بھی منع ہے۔

(۱۱): پانی کے اندر رہنے والے تمام جانور حلال ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: **احل لکم صید البحر** (المائدہ ۵:۹۹)۔ اور انہیں حلال کرنے کی یعنی ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔'' (بخاری ۷۲:۱۱)۔ ان میں سے بعض میں خون ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا ہے تو بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس خون کی تاثیر بھی مختلف ہے۔

(۱۲): شکار خواہ وہ کتوں یا شکاری پرندوں کے ذریعہ سے ہو وہ جائز ہے (المائدہ ۵:۴) بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے۔ سو اگر ذبح کرنے کا موقع نہ ہو تو کتے یا شکاری پرندہ کو چھوڑتے ہوئے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لینا جائز ہے۔ یہی فتویٰ بندوق یا تیر سے شکار کرنے پر ہے۔

(۱۳): اہل کتاب کا کھانا کھا لینا جائز ہے (المائدہ ۵۔۵) اگر شک ہو کہ انہوں نے ذبح نہیں کیا یا خدا کا نام نہیں لیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کھانا کھاتے ہوئے تم خود بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (بخاری ۷۲:۲۰) اہل کتاب میں تمام قومیں شامل ہیں جن کے ہاں کتاب ہو مثلاً عیسائی، یہودی، ہندو یا پارسی وغیرہ۔

(۱۴): ان تمام وجوہ کے علاوہ جو میں نے دی ہیں اگر اللہ تعالیٰ تمام کھانے پینے کی چیزیں حلال کر دی ہیں سوائے چند کے تو ان ہی حرام چیزوں کو کھانے پینے پر اصرار کرنا یہ تو محض خدا سے بغاوت کرنا ہے۔ جو شیطان کے ورغلانے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۶۸ میں خبردار کیا گیا ہے۔ آخر فرمانبرداری انسان کس طرح سیکھے گا اگر کچھ چیزوں سے روک کر اسے فرمانبرداری کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر ایک شخص آپ کو ہزاروں لاکھوں کھانے پینے کی چیزیں دے مگر کہے کہ یہ چار پانچ چیزیں نہ کھانا تو اگر کوئی شخص اصرار کرے کہ نہیں میں نے یہی کھانی ہیں تو یہ سوائے بغاوت اور سرکشی کے کیا ہے۔ جو کہ شیطان کے ورغلانے کا نتیجہ ہے۔ پھر میں نے تو حرام چیزوں کی وجہ یعنی بُرائی بھی عرض کر دی ہے۔

ہمارا خالق

محمد ضیاء اللہ صاحب

ہے قیدِ آب وخاک سے باہر مقامِ دل
مانا خمیر ما یہ میرا ماء وطین ہے

مغرب کی مادّی تہذیب کے زہریلے اثرات جنہوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ مذہب سے تعلق رکھنے والی ہر شے کو انکار اور استہزا کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مذہب کا مرکزی نقطہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن اس کو انسانی دماغ کی اختراع قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انسان نے اپنی جہالت کے زمانہ میں مختلف دیوتاؤں کے تصوّر کی طرح خدا کے تصوّر کو بھی ایجاد کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہستی باری کے عقیدہ کا خمیر خود انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور یہ کوئی ایسا پیچیدہ اور مشکل مسئلہ ہے ہی نہیں کہ جس کے لئے لمبے چوڑے دلائل درکار ہوں، قرآن پاک کی یہ آیت وفی الارض اٰیت للموقنین ، وفی انفسکم افلا تبصـــرون بہت ہی درست ہے، کیونکہ اگر انسان تنہائی میں خالی الذہن ہو کر یہ سوچے کہ کیا وہ خود بخود پیدا ہو گیا تھا، یعنی وہ خود اپنا خدا ہے، تو اس کا دل گواہی دے گا کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں اور اگر وہ خود اپنا پیدا کنندہ نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کو پیدا کرنے والی ذات اس کے باہر کوئی اور ہے اور یہ اس کے والدین تو ہرگز نہیں ہو سکتے، کیونکہ جو بات خود اس کی اپنی ذات کے متعلق سچ ہے وہی ان کے متعلق درست ہے۔ الغرض انسان کا اپنا وجود خود ہی خدا تعالیٰ کی ذات کی سب سے بڑی شہادت ہے اور اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اس حقیقت کو ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر ردّ ہو نہیں سکتی

اور مولانا رُوم نے بھی اسی بات کو مثنوی میں مندرجہ ذیل خوبصورت اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہد ست
کہ گواہِ ذوالجلالِ سرمد ست
گردشِ سنگ آسیا در اضطراب
اشہد آمد بر وجودِ جوئے آب

یعنی ہماری حرکت ہی ہر وقت بڑی گواہ ہے، جو خداوندِ ذوالجلال ہمیشہ رہنے والے کے وجود پر گواہی دیتی ہے اور جس طرح پتھر کی چکی کی گردش نہر کے وجود پر بڑی گواہ ہے اسی طرح میرا وجود اور میری سب حرکات وسکنات بھی خدا تعالیٰ کی ذات کی گواہ ہیں، نہ تو پن چکی بغیر نہر کے پانی کے چل سکتی ہے اور نہ ہی میں اور میری حرکات خدا تعالیٰ کی ذات کے بغیر معرضِ وجود میں آسکتی ہیں اور اسی طرح قرآن پاک میں جس عہدِ الست کا ذکر ہے وہ بھی غور کرنے والے انسان کے لئے ذات باری کی ایک نا قابل تردید اندرونی شہادت ہے، کیونکہ انسان کی فطرت کے اندر خالق کی محبت اور اس کے اقرار کا ایک پختہ بیج بو دیا گیا ہے اور اگر ماحول کے زہریلے اثرات اسے پھلنے اور پھولنے کے لئے جس زندگی بخش غذا کی ضرورت ہے اس سے محروم نہ کر دیں تو ہر وقت اور ہر زماں اس کی بے اختیار پکار بلیٰ ہی ہے

دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

اور بزبانِ مولانا رومؒ

نافِ ما بر مہر خود ببریدہ اند
عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند

یعنی میری ناف کو عہدِ وفا اور محبت کی شرط پر کاٹا ہے اور اپنے عشق کو خود ہی میری جان کے اندر پیوست کر دیا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ مادیت کی خوفناک آندھیاں فطرتِ انسانی میں رکھے ہوئے اس پاکیزہ بیج کو ہزاروں من غلاظت

کے بوجھ تلے دبا کر تلف کر دیں اور بد قسمتی سے دنیا کا جو نقشہ آج نظر آرہا ہے، اس پر مندرجہ ذیل شعر صادق آتا ہے

اور تو سب کچھ ان کی بزم میں ہے
اک خدا ہی نظر نہیں آتا

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر مادیت کے زہریلے اثرات نے انسان کی پاکیزہ فطرت کو مسخ نہ کر دیا ہو تو خدا تعالیٰ کی ذات ہی انسان کے نزدیک سب سے بڑی صداقت ہے اور اس کے سوا باقی سب کچھ ہیچ ہے کہ یہ محض اس کی ذات کا ظہور ہے کیا درخت کے بغیر سایہ کی یا سورج کے بغیر دھوپ کی کچھ حقیقت ہے؟

سنو! آتی ہے ہر طرف سے صدا
کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سوا

ہماری فطرت کی اس آواز اور پکار کے علاوہ ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں اتنے محکم عقلی اور نقلی دلائل ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ انہیں ردّ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ آیئے ذرا سائنس کی روشنی میں اس وسیع مادّی عالم پر غور کریں اور دیکھیں کہ کس طرح اس کا ایک ایک ذرّہ پکار پکار اپنے خالق کی شہادت دے رہا ہے:

ہر دم از کاخِ عالم آواز یست — کہ یکش بانی و بنا ساز یست
ایں جہاں را عمارت انداز یست — واز جہاں برتر است و ممتاز یست

یعنی یہ نظام عالم اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس جہان کا کوئی بانی اور صانع ضرور ہے وہ اس جہان کو بنانے والا ہے مگر خود جہان سے بالاتر اور ممتاز ہے

سب سے پہلے انسان کو لیجئے، انسان کی پیدائش اور اس کا جسم ایک حیرت انگیز معجزہ ہے اگر چہ علم الابدان اور انسان سے متعلقہ دوسرے سب علوم کے دفتر اس معجزہ کی تفصیلات سے بھرے پڑے ہیں لیکن چند مختصر اشارات یہاں بے موقع نہ ہوں گے۔ ایک واحد خوردبینی ذرّہ ایک دوسرے خوردبینی ذرّہ سے اتصال پر اپنی پیدائش اور ترقی کی کہانی رحم مادر کے اندھیروں میں جس طرح شروع کرتا ہے اور پھر رحمِ مادر کی تنگ اور تاریک دنیا سے باہر اسے جس طرح رکھتا ہے وہ تمام الف لیلوی قصّوں کو بے حقیقت بناتا ہے۔ پہلے سوچئے کہ کس طرح یہ ذرّہ جسے اپنا کچھ بھی علم نہیں ایک مقررہ میعاد کے اندر پورا پورا انسان بن جاتا ہے اگر چہ ہر طرح سے مکمل لیکن بغیر جان اسی طرح پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ جب نفخ روح کا وقت آتا ہے تو یہ جسدِ بے جان رحمِ مادر کے اندر زندہ ہو جاتا ہے۔ کنتم امواتاً فاحیاکم اس کی اسی حالت کا نقشہ ہے۔ موت کے بعد زندگی کا انکار اور شک کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ کیا وہ پہلے مردہ سے زندہ نہیں ہو چکے اور اگر یہ ماجرا ایک دفعہ ان سے ہو گذرا ہے تو دوبارہ اس کے ہونے پر متعجب کیوں ہیں۔

پھر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ رحم مادر کی چند انچ جگہ میں پڑا ہوا ایک جسدِ بے جان اس وسیع و عریض دنیا کے لئے جو باہر اس کی منتظر ہے ہر قسم کی استعدادیں حاصل کر رہا ہے تا اپنی پیدائش کے بعد جو سفر اسے درپیش ہے اس کے لئے پوری طرح آراستہ ہو۔ خود اس قدر چھوٹا ہے کہ خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتا، لیکن تمام انسانی اعضاء کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ ویسے تو سب انسانی اعضا حد درجہ پیچیدہ ہیں اور دنیا کی پیچیدہ سے پیچیدہ مشینوں کو شرماتے ہیں، لیکن انسانی دماغ کے مقابلہ میں تو نہ کوئی مشین آج تک بن سکی ہے اور نہ بن سکے گی کیونکہ یہ غور و فکر کرنے کی غیر مادی قوت سے آراستہ ہے جس کے سبب ترقی کی لامتناہی منازل طے کرتا ہوا انسان آج اپنے مسکنِ خاکی سے نکل کر چاند تک جا پہنچا ہے، غور کریں کہ پہلا انسان غاروں کا مکین اور آج کا انسان زمین سے باہر خلا اور چاند میں اپنی رہائش گاہیں تعمیر کرنے کے منصوبوں میں مصروف! پہلے انسان کی ساری دوڑ پتھروں کے استعمال تک محدود اور آج کا انسان ایٹم کو پھاڑ کر اس کی بے پناہ قوت کا مالک! الغرض انسانی دماغ کی یہ غور و فکر کی قابلیت (جو دوسرے الفاظ میں مادّی اشیاء کو غیر مادی میں منتقل کرنے کے عمل کا نام ہے) اس کا سب سے بڑا اشرف ہے۔ کیا گندم کی روٹی جو لقمان کی غذا بنی حکمتِ لقمان کے رنگ میں ظاہر نہ ہوئی؟ اگر لقمان کو گندم کی روٹی نصیب نہ ہوتی تو حکمتِ لقمان کا کہاں نشان ہوتا؟

عقل کے پجاری اور روح کے منکروں نے کیا کبھی یہ غور نہیں کیا کہ عقل جو ایک خالص غیر مادی جوہر ہے اس کا روٹی اور انسان کے دماغ سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ تو مادی کا غیر مادی سے تعلق ہو گا اور اس کے وہ قائل نہیں اور بدیں وجہ روح کو تسلیم نہیں کرتے۔ الغرض انسان کی پیدائش، اس کا جسم اور اس کے کارنامے عجیب و غریب کمالات کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ از خود ہی

ہو گیا ہے؟

چل رہی ہے جس سے جسمانی مشین

کوئی پوشیدہ کمانی اور ہے

اب ذرا انسان سے باہر دیکھئے، ساری کائنات ایک حد درجہ نظام اور ترتیب سے آراستہ نظر آتی ہے۔ ہماری دنیا اپنے محور کے گرد 24 گھنٹوں میں گھومتی ہے اور ہمارے لئے دن اور رات کا سلسلہ پیدا کرتی ہے تا ہم دن کو کام اور رات کو آرام کر سکیں۔ پھر یہ سورج کے گرد سال میں ایک دفعہ اپنی گردش پوری کرتی ہے اور ہم کو ہمارے چار موسم یعنی گرمی، سردی، خزاں اور بہار مہیا کرتی ہے۔ دیگر بے شمار فوائد کے علاوہ موسموں کا یہ چکر ہمارے لئے مختلف اقسام کے پھل اور فصلوں کا باعث بنتا ہے۔ خود ہماری زمین اپنی گنجان آبادیوں، سربفلک عمارتوں، اونچے پہاڑوں، وسیع میدانوں، دھاتوں سے بھرپور، کانوں، گہرے سمندروں اور جو کچھ اس کے اندر ہے ان سب کے سمیت خلا میں 68400 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے، لیکن اس کی یہ حرکت اس قدر بے معلوم ہے کہ اگر سائنس نے اس کا کھوج نہ پایا ہوتا تو انسان زمین کو آج تک جامد اور ساکن ہی سمجھتا۔ خیال کریں کہ ایک ہلکے سے بوجھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے یا ایک ساکن شے کو حرکت میں لا کر اس کی حرکت کو مستقل طور سے جاری رکھنے کے لئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور پھر سوچیں کہ ہماری زمین اور دوسرے بے شمار اجرامِ سماویہ جو خلا میں گردش کرتے چلے آرہے ہیں ان کی حرکت کے لئے کتنی بے پناہ قوت درکار ہوگی اور ان کو حرکت میں رکھنے والا ہاتھ کس قوت کا مالک ہوگا۔

مختلف اجرام فلکی خلا میں اپنے مقرر کردہ راستوں پر اس التزام اور باقاعدگی سے گردش جاری رکھے ہوئے ہیں کہ ان کے سامنے دنیا کی بہترین گھڑیاں ہیچ ہیں۔ عمدہ سے عمدہ گھڑی جو انسانی ہاتھوں سے بن سکی ہے۔ ہر ہفتہ چند سیکنڈ کی غلطی ضرور کرتی ہے۔ اور اس کی اصلاح صرف ستاروں کی گردش کا حساب رکھنے والے سائنسی آلات کی مدد (جو تجربہ گاہوں میں نصب ہیں) ہی ممکن ہے۔ کیا یہ سب قوانین جو ساری کائنات پر محیط ہیں اور جن سے کچھ بھی باہر نہیں از خود جاری ہو گئے ہیں؟ کیا عقل ایسی احمقانہ بات کو باور کر سکتی ہے؟

اس سلسلہ میں ایک منکر ہستی باری کا قصہ جس کو اس کے خدا پرست دوست نے شرمندہ کیا شاید بے محل نہ ہوگا۔ ہر قسم کے عقلی دلائل دے چکنے کے بعد کہ دنیا ہرگز خالق کے بغیر معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ اس خدا پرست انسان نے ایک دن اپنے مطالعہ کے کمرہ میں دنیا کا ایک گلوب تیار کروا کر رکھ دیا۔ جونہی اس کا دہریہ دوست اس کو ملنے کے لئے اس کے کمرہ میں داخل ہوا تو فوراً اس گلوب کو ایک نئی شے جو پہلے وہاں موجود نہ تھی پا کر دریافت کیا کہ یہ کس نے بنا کر وہاں رکھ دیا ہے اور جواب میں یہ سن کر (کہ یہ از خود پیدا ہو کر نمودار ہو گیا ہے اور کسی نے بھی اسے وہاں نہیں رکھا) اسے اپنے ساتھ حد درجہ کا تمسخر اور مذاق تصور کیا اور کھِل کھِلا کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ کیا وہ اس درجہ احمق تصور کیا جاتا ہے کہ یہ جواب قبول کر سکے۔

اس پر اس کے خدا پرست دوست نے کہا کہ اگر یہ چھوٹا سا گلوب از خود پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر اسے یہ سیدھی سی بات کیوں سمجھ نہیں آتی کہ اتنا بڑا گلوب یعنی ہماری دنیا اور دوسرے ان گنت گلوب جن کے مقابلہ میں ہماری دنیا ایک ذرّہ خاکی سے بھی کم ہے۔ خود بخود کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں اور پھر سب کے سب عجیب و غریب قوانین کے ماتحت آپس میں منسلک اور مربوط بھی۔

فاطر السموات والارض کی عظیم صنعت گری اور حکیمانہ کارکردگی کا جو نقشہ سائنس پیش کرتی ہے اس پر غور کر کے انسانی دماغ بالکل شل ہو جاتا ہے۔ ہماری دنیا تو ایک حقیر ذرّہ ہے اور اس کے باہر خلا میں جو کچھ موجود ہے وہ اس قدر عظیم اور پُر ہیبت ہے کہ دل یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اے خداوندِ خلق و عالمیاں خلق و عالم زقدرتت حیراں

چہ مہیب است شان وشوکت تو چہ عجیب است کاروصنعت تو

یعنی اے جہانوں اور مخلوقات کے آقا! دنیا اور مخلوق تیری قدرت سے حیران ہے۔ تیری شان وشوکت کس قدر باعظمت ہے تیری صنعت اور تیرا کام کتنا عجیب ہے۔

رات کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرنے کی خاطر یا سردی جس سے

ہم تھرتھرا رہے ہوں اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایندھن حاصل کر کے جب ہم آگ جلاتے ہیں تو اسے محض چند گز تک کا اندھیرا ہی زائل ہوتا ہے اور تھوڑی سی ہی حرارت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سورج کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کس طرح روشنی اور حرارت پیدا کرنے کے دونوں عمل اس کے ذریعہ کسی محدود جگہ کے لئے نہیں بلکہ جہانوں کے لئے کس درجہ کمال سے سرانجام پا رہے ہیں اور پھر کروڑہا سال سے نہ اس کی روشنی میں کمی آتی ہے اور نہ گرمی میں اور اس کا کام مستقل طور سے جاری رکھنے کے لئے اسے ایک ایٹمی بھٹی بنا دیا گیا ہے تا یہ خود بخود (بغیر کسی ایندھن کے جس کی اسے باہر سے ضرورت ہے) اپنا فرضِ منصبی ادا کرتا رہے۔

خلا کی وسعتیں جن میں اجرام سماویہ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اور ان کی تعداد اور ان کا حجم اور آپس میں ان کے فاصلے غور کرنے پر انسان انگشت بدنداں کرتے ہیں۔ ان کی تعداد کا تو یہ عالم ہے کہ دنیا کے سب سمندروں کے ساحلوں پر جس قدر ریت کے ذرّے ہیں ان کی تعداد ان سے زیادہ ہے۔ اگر خیال ہو کہ پھر فضا تو ان کی اس کثرت کی وجہ سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ خلا کی وسعت کی کیفیت یہ ہے کہ اجرامِ فلکی کے اس کثرت کے باوجود یہ تقریباً خالی پڑی ہے، مثال کے طور پر اگر تین بھڑیں لے کر انہیں یورپ کے براعظم کی فضا میں اڑا دیا جائے تو تو جس قدر جگہ یہ تین بھڑیں یورپ کی فضا میں گھیریں گی اس سے کم جگہ فضا میں سب اجرام نے گھیری ہوئی ہے۔ اُن کی دُوری کا یہ حال ہے کہ ستاروں کے بعض سلسلے دوسرے سلسلوں سے اس قدر دُور ہیں کہ انسانی ذہن ان کا تصور ہی نہیں کر سکتا اور یہ میلوں میں ناپے ہی نہیں جا سکتے۔ اس لئے ان کو قابل فہم بنانے کے لئے سائنس دانوں نے نوری سالوں کا پیمانہ وضع کیا ہے۔ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے سفر طے کرتی ہے یعنی ایک سیکنڈ میں ہماری دنیا کے گرد سات مرتبہ چکر لگا لیتی ہے اور سال بھر کی مدت میں یہ ساٹھ کھرب میل کی مسافت طے کر لیتی ہے۔ اس طرح ایک نوری سال ساٹھ کھرب میل کے فاصلہ کے برابر ہے۔ اور سائنس دانوں نے یہ سن کر کہ بعض اجرام سماویہ ہماری دنیا سے چالیس لاکھ نوری سالوں کی دُوری پر واقع ہیں۔ انسانی عقل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔

سورج کی روشنی ہم تک 8 منٹ میں پہنچتی ہے لیکن ستارے البط الجوزا سے یہ سو سال کے عرصہ میں پہنچتی ہے اور اس کا قطر (یعنی ایک طرف سے دوسری طرف کا فاصلہ) 27 کروڑ تیس لاکھ میل ہے، یا یوں سمجھئے کہ زمین سے سورج کا جو فاصلہ ہے اس سے بھی تین گنا بڑا اور یہ بعض دوسرے انتہائی بڑے ستاروں کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے کیونکہ ان میں سے بعض عظیم ستاروں کا قطر ایک ارب میل سے بھی زیادہ ہے اور بعض ستارے مثلاً CEPHEDS اس قدر روشن ہیں کہ ہمارے سورج سے ان کی روشنی 60 ہزار گنا زیادہ ہے۔ پھر ہمارے نظام شمسی کی طرح دوسرے بے شمار نظامہائے شمسی اور ستارے خلا میں تیر رہے ہیں اور پھر کہکشاں سے باہر تو ستاروں کے ایسے نہ ختم ہونے والے جزائر اور سلاسل ہیں کہ ان کے مقابلہ میں کہکشاں میں موجود سب کچھ ہیچ ہے۔ ہر پہلے سے طاقتور دُوربین جب انسان بنا لیتا ہے تو اس کی مدد سے اسے خلا میں مزید ستاروں کی دنیاؤں کا سراغ مل جاتا ہے اور یہ سلسلہ دن بدن آگے ہی دوڑتا جاتا ہے اور بظاہر یوں معلوم ہوتا دیتا ہے کہ سائنس اور علم ہئیت کے ماہروں نے اجرام سماویہ اور کائنات کی وسعتوں کے متعلق تا حال جو کچھ دریافت کیا ہے وہ اصل حقیقت کا ابتدائی اور دھندلا سا نقشہ ہے۔ صانع عالم کے ان کمالات کا تصور کر کے انسان کا قدرتی اور طبعی ردِ عمل دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہوئی صدائے اللہ اکبر کے ساتھ آستانہ الوہیت پر جبینِ نیاز کو خاک آلود کرنے کے سوا بھلا اور کیا ہو سکتا ہے۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

ماں کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ ارشاد ہوا: فلاں قصاب ہوگا۔۔۔۔

آپ کچھ حیران ہوئے اور اس قصاب کی تلاش میں چل پڑے۔ وہاں دیکھا تو ایک قصاب اپنی دوکان میں گوشت بیچنے میں مصروف تھا۔ اپنا کاروبار ختم کر کے اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا کپڑے میں لپیٹا اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قصائی کے گھر کے بارے میں مزید کچھ جاننے کے لئے بطور مہمان گھر چلنے کی اجازت چاہی۔

گھر پہنچ کر قصائی نے گوشت کو پکایا، پھر روٹی پکا کر اس کے ٹکڑے شوربے میں نرم کئے اور دوسرے کمرے میں چلا گیا، جہاں ایک نہایت کمزور بڑھیا پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ قصاب نے بمشکل اسے سہارا دے کر اٹھایا اور ایک ایک لقمہ اس کے منہ میں دیتا رہا۔ جب اس نے کھانا تمام کیا تو بڑھیا کا منہ صاف کیا۔ بڑھیا نے قصاب کے کان کچھ کہا جسے سن کر قصائی مسکرایا اور بڑھیا کو واپس لٹا کر باہر آ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، آپ نے قصاب سے پوچھا یہ عورت کون ہے اور اس نے تیرے کان میں کیا کہا جس پر تو مسکرایا؟

قصاب بولا اے اجنبی! یہ عورت میری ماں ہے۔ گھر پر آنے کے بعد میں سب سے پہلے اس کے کام کرتا ہوں۔ یہ روز خوش ہو کر مجھے دعا دیتی ہے کہ اللہ تجھے جنت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رکھے۔ جس پر میں مسکرا دیتا ہوں کہ بھلا میں کہاں اور موسیٰ کلیم اللہ کہاں!

☆☆☆☆

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر1: قرآن میں روزے کا ذکر کس ارکان اسلام کے بعد آیا ہے؟

(۱): حج (۲): زکوٰۃ (۳): نماز (۴): کلمہ طیبہ

سوال نمبر2: رمضان کا آخری عشرہ۔۔۔۔۔کہلاتا ہے؟

(۱): رحمت کا (۲): مغفرت کا (۳): دوزخ (آگ) سے نجات کا

سوال نمبر3: رمضان کے بعد کونسا اسلامی مہینہ ہوتا ہے؟

(۱): شوال (۲): صفر (۳): رجب

سوال نمبر4: لیلۃ القدر کا ذکر قرآن میں کتنی جگہ آیا ہے؟

(۱): 10 (۲): 5 (۳): 2

سوال نمبر5: اعتکاف رمضان کے کونسے عشرے میں کیا جاتا ہے؟

(۱): رحمت کے (۲): مغفرت کے (۳): دوزخ (آگ) سے نجات کے

گذشتہ شمارہ کے درست جوابات دینے والوں کے نام

(۱): رباب فیاض (اوکاڑہ) (۲): عدنان احمد (لاہور) (۳): حماد احمد (پشاور)

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات SMS کے ذریعے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆اپنا نام اور شہر کا نام ☆سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

احمدی بچوں کی
دُعا

نہ بھٹکوں میں کبھی راہِ ہُدیٰ سے
یہی ہے اِلتجا میری خُدا سے
خدا کے عشق کی دِل میں تڑپ ہو
محبت ہو محمد مصطفٰے سے
نبی پاک احمدؐ مجتبٰے کی
اطاعت میں کروں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ بنوں میں
لگاؤں لو میں اس شمعِ ہُدیٰ سے
خدا کے دین کی خدمت کروں میں
قلم سے مال و دولت سے دُعا ہے
ملے دین و دُنیا میں سربلندی
خدا کے فضل اور جو دو عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کُلفت کا زمانہ
رہوں محفوظ ہر رنج بلا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلہ ہو
رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
خدا کا آستاں ہو اور مرا سَر
نہ ہو مجھ کو تعلّق ماسوٰی سے
بزرگوں کا ادب پیش نظر ہو
جھکی گردن رہے شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت
کروں میں درگذر اُن کی خطا سے
رضائے حق مجھے مدِّ نظر ہو
اگر ناراض دُنیا ہو بلا سے
رہے پیوند میرا تادمِ مرگ
مسیح وقت حضرت مرزا سے

(مولانا مرتضٰی خان حسن)

عیدالفطر کے مسائل

(۱): عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور نماز عید سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲): عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فطرانہ روزہ کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ اس سے غرباء اور مساکین کو خرچہ مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے اور مساکین بھی عید کی خوشی سے محروم نہیں رہتے۔

(۳): نماز عید کو جاتے ہوئے ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۴): صدقہ عیدالفطر ہر فرد پر واجب ہے۔ عورتوں، بچوں اور ملازمین کا صدقہ گھر کے مالک کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کی کفالت کرتے ہیں۔

(۵): عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان، تکبیر، اقامت کوئی نہیں ہوتی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔

(۶): نماز عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(۷): عید کے دن آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو حسب توفیق ہدیہ او رتحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

(۸): حضرت اقدس کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا پیشتر حصہ انجمن کے بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ اس لئے نماز سے قبل یہ صدقہ انجمن کے امین کے پاس جمع کرا دینا چاہیے۔

(۹): صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت اقدس کے حکم سے حسب حیثیت عید فنڈ کی ادائیگی بھی ہر ممبر جماعت کے لئے لازمی ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اس طرح اس خوشی کے دن اسلام کا بھی حق ہے۔ لہذا احباب اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائیں اور فطرانہ و عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور مالی جہاد ہے۔

(۱۰): اس سال انجمن نے فی کس -/100 روپے فطرانہ مقرر کیا ہے۔